

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

العقدة

www.KitaboSunnat.com

مؤلف

صالح سعد السعيمي حفظه الله

ترجماني

صفي احمد مدنی حفظه الله

ناشر

مكتبة ترجمان، دهلي

محدث الابریئی

کتاب و سنت کی دینی پیشگویی ہے۔ اسلامی اینٹرنسیپریس میں سے 12 افسوس کا

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب و سنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹریک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **میلیٹری لائبریری** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجرازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشر ہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

العقيدة

مؤلف

صاحب سعد السجئي حفظ الله

ترجمانی

صفی احمد مدنی حفظ الله

مکتبہ ترجمان، دہلی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	العقيدة
مؤلف :	صالح سعد السعدي حفظ الله
ترجمانی :	فضیلۃ الشیخ صفی احمد مدینی
اشاعت پنجم :	2013
تعداد اشاعت :	1000
صفحات :	88
طبعات :	کتبخانہ ترجمان، اردو بازار، الحدیث منزل، دہلی

فہرست مضمایں

صفنمبر	فہرست مضمایں	نمبر شمار
3	پیش لفظ: اصغر علی امام مہدی سلفی	۱
4	مقدمہ	۲
5	جنت اور انسان کا مقصد وجود	۳
7	اعمال کی قبولیت کے لیے شرائط	۴
12	توحید اور اس کی اقسام	۵
14	توحید الوجہت و ربو بیت و اسماء و صفات	۶
19	اسماء و صفات الہی میں گمراہی کے اسباب	۷
21	شرک اور اس کی اقسام	۸
26	عبادت اور اس کی اقسام	۹
31	منزرو تو عویذ کا حکم	۱۰
35	وسیلہ۔ شرعی و بدعتی وسیلہ	۱۱
44	وسیلہ کے متعلق بعض شبہات اور ان کا جواب	۱۲
50	قبرستان کی زیارت کا حکم	۱۳
54	میت کا زندہ شخص کی کوشش سے مستفید ہونا	۱۴
58	نبوت و رسالت	۱۵
65	چار چیزوں	۱۶
67	اسلام، ایمان اور احسان	۱۷
71	فرقہ ناجیہ اور طائف منصورہ	۱۸
74	قرآن و احادیث صحیح کی اتباع لازم ہے	۱۹
81	فضائل توحید	۲۰

پیش لفظ

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه والصلوة والسلام على النبي الكريم وعلى آله الطيبين الطاهرين واصحابه الفرماديين ومن تعهم بمحسان الى يوم الدين. اما بعد ايمان وعقيدة كادره ومقام دين وعبادت میں وسیلی ہے جیسا روح کا رشتہ اور مقام جسم کے ساتھ ہے۔ جس طرح جسم طاروح کے بے فائدہ ہے بلکہ ہی بھی دبائل جان بن جاتا ہے اور معاشرے کو متعفن کر دیتا ہے۔ اس سے نہیں زیادہ عقیدہ کا فائدہ عمل و کردار اور احوال و معاشرہ کے لئے مہلک و تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ عقیدہ کے متعدد اقسام ہیں۔ ان میں ایمان، توحید، فرقاً، کبر و غیرہ ناموں کا ذکر علماء نے کیا ہے۔

اب عام طور پر ایمانیات کے لیے عقیدہ کا لفظ بولا جاتا ہے جو نکہ تمام اعمال کی صحت و قبول کا دار و مدار تو حیدر (عین اللہ) طل شان کو ایک مانیتے اور اس کا علم رکھنے اور اس کے ساتھ کی کوشش کی نہ کرنے اور اس کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کو پہچانے، برتنے اور اس کے مطابق زندگی لگزارنے کا نام ہے۔ اسی لیے عقیدہ کی کتابوں کا نام بسا اوقات کتاب التوحید ہے۔ جیسے امام همام ابن فزیہ کی کتاب التوحید، عین الاسلام امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ کی کتاب، کتاب التوحید وغیرہ۔ کیونکہ توحیدی ایمان کی ایساں وغیراً دعے اور دیگر عبادات کے قبول و عدم قبول کا معاملہ اسی پر موقوف ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول النبی ﷺ نے تھے سال تک صرف عقیدہ تو حیدر دعوٰت دی کیونکہ دین کا وہی جان دل ہے اور اس کی اصلاح و درستگی سے ہی دیگر اعضاً یعنی فرقاً و واجبات و محبّات اور اخلاقیات وغیرہ کی اصلاح ہوئی و رشد ہیں۔

سابقة تمام ایمان کام نہیں سب سے پہلے اسی کی دوستگی "قالوا ياقوم اعدوا الله مالكم من الْغَيْرِ" الآية: (سورة الاعراف ص) ترجمة: (ابن علی فرمدی) قریبہ مسیری قوم تم اندک عبدات کو ما علیہم اہم جو چیزیں اور دنیا نے مشاہدہ کیا ہے کہ اس عقیدہ تو حیدر کے درست ہو جانے سے سب سے بڑا فائدہ کمپ کرے خلصتے کے بعد دیگر تباہ رہا جاتا تھی خاتم آسان ہوئی۔ اور تمام فضائل و مکالات اور فرقاً و واجبات کی تیلہ ہوئی۔ لہذا علوم میں ہم باشان ہم، تو حیدر وست سے۔

یہ کتاب مستقطب ہی عقیدہ کے باب میں ایک عظیم اضافہ ہے اس کے مولف صاحب الفضیلۃ العلام مصالح سعد السحیمی حفظ اللہ ہیں ہم عصر حاضر کے انتیکھن علماء میں ایک رانج فی العلم عالم دین ہیں۔ جن وکیل اسلامیہ خصوصاً عقیدہ کے باب میں اتحادی مانا جاتا ہے اور وہ اس کے بروتے ماہر عالم دین ہیں۔ اس اہم و مفید کتاب کے مترجم جنوب کے مشہور عالم دین مختار شیخ صفتی احمد مدی سائبی امیر جمیعت اہل حدیث صویہ آنحضرت دو دشیں ہیں اور آب بھی جیز عالم دین ہیں۔ آب کا ترجیح سنبلہ دس روائی ہے۔

اور اس اہم کتاب کا درود وقار میں کے فہم کے قریب تر کرنے میں مترجم حفظ اللہ کی لوش کامیاب ہے۔ ترجمہ کے علاوہ بھی مترجم جنوب کے چند اہم بحث کا جو عقیدہ و دین کے قریب بلکہ اسی کے قبیل سے ہیں اضافہ کیا ہے۔ کتاب کے اخیر میں یا ایک مفہومی ضمیر ہے گھر بطور ضمیر الگ سے اس کا اندر راجح نہیں فرمایا ہے۔

قطع نظر اس سے کوہ ضمیر یا اضافہ بہر حال اس سے کتاب کی اہمیت بڑھنی ہے اور فائدہ و دو خد ہو گیا ہے۔ رام نے مختلف جگہوں پر سرسری طور پر تظیرہ اول کریتا ثراۃ قائم کے ہیں نیز مولف اور مترجم کا علی مقام معروف ہے اور دو فوٹو خصیات میتھان تعارف نہیں ہیں۔ اس لیے اس کتاب کو افادہ عامر کے لیے کتبہ ترجمان سے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ امید کہ اصلاح عقائد اور بخشی عقیدہ کے باب میں یہ رسالہ اپنا موزر کروادا کریں۔ اور ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ و باعث تجات ہوگا۔ واضح ہو کہ اس کتاب کی یہ بدسری اشاعت ہے۔ اس موقع پر تمام احباب واصحاب و ذمدادار و کارکنان و مخاتفین کا شکر گذار ہوں۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو سب کے لیے مفید بنائے۔ آمین و صلی اللہ علی الائی الکریم وسلم تسلیماً کیثرا

اصفی علی امام مجیدی سلفی
ناظم عمومی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند

۸/ ذی قعده ۱۴۳۵ھ مطابق ۲/۱۷ ستمبر ۲۰۱۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمة

بلاشبہ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور اسی کی جناب میں تو بُر کرتے ہیں، ہم اپنے نفوں کے شر اور ہمارے بُرے اعمال کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ جس کو بدایت دے اسے کوئی گراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ گراہ کر دے اسے کوئی بدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا اللہ کے سوا کوئی معبد برحق نہیں ہے۔ اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے گھروں والوں پر اور آپ کے تمام ساتھیوں پر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتَلُوكُمُ الَّذِينَ حَقَّ تُقْتِلُهُمْ وَلَا تُمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ④

(آل عمران)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈروجیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم کو موت

صرف اس حالت میں آئے کہ تم فرباں بیدار ہو۔“

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا قَاتَلُوكُمُ الَّذِينَ خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ نَّطِينٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهُمَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا بِرْجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً؛ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۝ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَّقِيبًا ①
(النساء)

ترجمہ: ”اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈروجس نے تم کو ایک جان سے پیندا فرمایا اور اس سے اس کے جوڑے کو پیندا لیا اور ان دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اللہ سے ڈروجس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہوں کا احترام کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر غنہیا نی کر رہا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ قُوْلُوا قَوْلًا سَلِيْدَانًا فَيُصْلِحُ لَكُمْ أَعْلَمُ الْكُمْ
وَيَعْفُرُ لَكُمْ دُنْوَبَكُمْ طَوْمَنْ يُطْعِنُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا④ (الاذاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرمائے گا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے عظیم الشان کامیابی حاصل کی۔

سب سے کچی بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ محمد ﷺ کا نمونہ ہے۔ بدترین امور ایجاد کردہ چیزیں ہیں۔ ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گراہی جہنم میں لے جائے گی۔

مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کی طرف سے متعدد ملکوں میں ٹریننگ کورس منعقد کئے جا رہے ہیں۔ اس مختصر مدتدی کورس کے طلبہ کے لئے عقیدہ کے موضوع پر ایک کتاب پختار کیا گیا ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ عز وجل سے دعا ہے کہ اس کے ذریعہ طالبان علم کو فائدہ حاصل ہو اور اس کوشش کو اس کے لئے خالص کر دے۔

عقیدے کے موضوع پر مندرجہ ذیل مباحث پیش کئے جا رہے ہیں۔

جتنا ت اور انسانوں کا مقصد وجود

اے محترم طالب علم! آپ کو جانا چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کو حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہے۔ جس کو وہ جانتا ہے اور چاہتا ہے۔ مسلمان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ حکم الہی کو قبول کرے اور فرمائے برداری اختیار کرے۔ اس حکم الہی کی مصلحت و حکمت اس کی سمجھی میں آئے یا نہ آئے۔ اگر حکم الہی کی حکمت و مصلحت اس کی سمجھی میں آگئی تو سونے پر سہاگہ ہے اور اگر حکم الہی کی حکمت سمجھی میں نہیں آتی تو بھی اس کو حکم الہی کا اتباع کرنا ضروری ولازی ہے۔ کیونکہ عقل انسانی ہر حکمت کو سمجھنہیں سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن و احادیث میں بیان کردہ

العقيدة

6

احکام کی اطاعت کرتے تھے اور حرام کردہ امور سے دور دو رہتے تھے۔ حکمت و صلحت کے جانے کے پیچے نہ پڑتے تھے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا اقتداں ذہن کی بہترین مثال ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جب جھر اسود کو بوسہ دینے کے لئے آئے تو فرمایا ”میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ نہ کسی کون تھان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چوتھے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھ کونہ چوتھا،“ (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ کو اشناخت کے تحت پیدا شد زمانیا ہے۔ وہ حکمت و مقصد صرف تھا اللہ سبحان و تعالیٰ کی بندگی کرنا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ⑥ (الذاريات)

ترجمہ: میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی بندگی کریں۔“

بندگی و عبادت میں مقصود توحید ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کو واضح کر دیا ہے۔ فرمایا:

وَمَا أَمْرَوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ هُنَّ الظَّاهِرُونَ لَهُ الْغَائِبُونَ حَفَّاءً وَبُيُّقِينُوا الصَّلُوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكُوْنَةَ وَذِلِكَ دِيْنُ الْقَيْمَةِ ⑦ (البيتنة)

ترجمہ: ”ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی بندگی کرنیں۔ اسی کے لئے اطاعت کو خالص کرتے رہیں اور یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں یہی دین برحق ہے۔“ اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں۔ ان سب کو یہاں بیان کرنا مشکل ہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا واجب ہے۔ جو ایک اللہ کی بندگی نہ کرے وہ مشرک و کافر ہے۔ اگرچہ وہ کتنے ہی ابھجھے کام کرے۔ اس کے اعمال ناقابل قبول ہیں کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لئے توحید کی شرط لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَمْثُورًا ⑧ (الفرقان)

ترجمہ: اور ہم ان کے اعمال کا رخ گریں گے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کو ہم بکھرے ہوئے گردد غبار کی طرح کر دیں گے۔“

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی کو شریک کیا، میں اس کے اعمال اور اس کی حصہ داری کو حیچوڑ دیتا ہوں۔” (مسلم، کتاب الزہد)

اعمال کی قبولیت کیلئے شرائط

یہ بات معلوم رہنی چاہئے کہ عبادتیں توفیقی ہوتی ہیں۔ اجتہادی نہیں۔ یعنی شریعت (قرآن و حدیث) ہی سے ان کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ قیاس و مگان سے نہیں۔ اس لئے کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ قرآن و سنت رسول کے بیان کردہ طریقہ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے عبادت کرے۔ عبادت کی قبولیت کے لئے اس کا محض اللہ کی رضامندی کیلئے ہونا ضروری ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ ہر وہ عمل جس کے ذریعہ ہم تقربِ الہی چاہتے ہیں اس کا سنت رسول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ ہر عمل صالح کی قبولیت کے لئے ان دونیا دی شرطوں کی مکمل ضروری ہے۔ دونوں شرطوں کا کٹھا ہونا ضروری ہے۔ ایک کی موجودگی دوسرے سے بے نیاز نہیں کر سکتی ہے۔ وہ دونوں شرطیں صراحت کے ساتھ یہ ہیں۔

چہلی شرط: عبادت کا صرف اللہ کے لئے خالص ہونا

دوسری شرط: اس عبادت کا رسول ﷺ کے طریقہ کے مطابق ادا کرنا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں شرطوں کو سورہ کہف میں بیان فرمادیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَاً أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُؤْخَذُ إِلَيْكُمْ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ الَّهُ وَاحِدٌ؛ فَمَنْ كَانَ يَزْجُو
إِلَقَاءَ رِبِّهِ فَأُلْيَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُسْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿الکھف﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں ہمیں ایک انسان ہوں، تم جیسا اور میری طرف وہی کی جا رہی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، جو اپنے پروردگار کی ملاقات کی امید رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ درست کام کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو حصہ دار نہ بنائے۔

اللہ سبحانہ نے عمل کی درستگی کا حکم دیا ہے۔ عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو تو درست

ہوتا ہے، اور حکم ہوا کعمل سے مخفی رضاۓ اللہی مقصود ہو۔ اس کے علاوہ کوئی مقصد نہ ہو۔ مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ”مقبول عمل کے دور کن ہیں، ایک اللہ کی رضا کے لئے خالص ہو۔ وسر ارسول ﷺ کی شریعت کے مطابق ہو۔“

اسی طرح کی تفسیر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء سے منقول ہے۔

پہلی شرط میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کعمل سے رضاۓ اللہی مطلوب ہو اور یا اکاری و شہرت پسندی سے دور ہو کسی سے نہ بدله کا طالب ہو اور نہ شکریہ کا۔ اس مضمون کے دلائل (آیات و احادیث) کثرت سے ہیں۔

فَاعْبُدُ اللَّهَ هُنْلَيْلَ صَالَةُ الْبَيْنَ ۖ (الزمر)

ترجمہ: تم اللہ کی عبادت کرو اسی کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔

وَابْتَغُ فِيمَا أَتَكَ اللَّهُ الدَّارَ الْأُخْرَىٰ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَنْبِغِ الفَسَادُ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ④
(القصص)

ترجمہ: ”اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کی فکر کرو اور دنیا میں سے بھی اپنے حصہ کو فراموش نہ کرو اور احسان کر جس طرح کراشدنے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور تو زمین میں بگاڑ کا خوشنده ہو، بے شک اللہ فساد یوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔“

حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ”میں حصہ داری میں سب سے زیادہ بے نیاز حصہ دار ہوں۔ جس نے کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کیا میں اس کے عمل اور اس کی حصہ داری کو جھوڑ دیتا ہوں۔“۔ (مسلم)

شک، ریا کاری اور دنیا طلبی کے ساتھ اخلاص جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اعمال (کی قبولیت و عدم قبولیت) کا ادارہ ارنیتوں پر موقوف ہے اور ہر انسان کو وہی چیز حاصل ہو گی جس کی اس نے نیت کی ہو۔“۔ (متقن علیہ)

دوسری شرط کا مفہوم یہ ہے کہ جس عمل ہے ہم تقربِ الہی کا قصد کر رہے ہیں۔ اس عمل کا کتابِ الہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دینِ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفال سے قبل مکمل کر دیا ہے اس میں کسی زیادتی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَيْوَمْ أَكْبَلُتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْهَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيَتُ لَكُمْ
الإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ: ۳)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا ہے۔“

بکثرت آیات و احادیث میں اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دین میں نئی چیز ایجاد کرنے و بدعات راجح کرنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَذَكَرَ اللَّهَ كَفِيرًا (الاحزاب)

ترجمہ: ”تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو خوب یاد کرتا ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَشْكُمُ الرَّسُولَ فَخُلُودُهُ، وَمَا نَهِكُمْ عَنْهُ فَأَنْتُمْ هُوَا، وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ (الحضر)

ترجمہ: رسول جو حکم دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے روک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بے فکر اللہ سخت سزادیتے والا ہے۔

قُلْ إِنَّ كُثُرَمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَأَتَيْبُعُونِي بِمُحِبَّتِكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَإِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران)

آپ کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ بہت مغفرت کرنے والا، خوب رسم کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میری سنت اور میرے بعد کے بدایت یافتہ نیک خلفاء کی سنت کو لازم پکڑلو۔ اس کو دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو اور (دین میں) نئی چیز سے پچو۔ اس لئے کہ ہر قیمتی چیز بدعت ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔
(ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔“ (موطاً ابو داؤد، سنن ابن ماجہ)
آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی چیز لائے جو اس میں نہیں تھی تو وہ روکر دی جائے گی۔ (تفقیح علیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”اللہ نے جس نبی کو بھی بھیجا ان پر ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کی اپنے علم کے مطابق بھلائی کی طرف رہنمائی کریں اور ان کے علم کے مطابق برائی سے بچائیں۔“ (مسلم)

ان مذکورہ نصوص اور اسی مفہوم کی دیگر نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔ خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں نے بہت ساری چیزوں کو انجام دیا ہے اور یہ بکھر بیٹھے ہیں کہ وہ دین میں داخل ہیں۔ حالانکہ وہ دین میں بالکل نہیں ہیں۔ وہ تو بعض بدعاات ہیں جن کو انہوں نے اچھی چیز بکھر لیا ہے اور یہ گمان کر لیا کہ ان کے ذریعہ انہیں تقرب اللہ حاصل ہو گا اور سابقہ نصوص سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ گویا ان کو ان نصوص کی کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر وہ تمام ذکر و عما نیکیں اور وظائف جن کو ہر نماز کے بعد مقررہ اوقات میں گنگنا تے رہتے ہیں اور جن دعائیں واذ کار کو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد پڑھنے کی بدایت کی تھی ان کو خجوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تمام اوقات کے لئے اذکار بتائے ہیں حتیٰ کہ آپ نے یہ بھی سکھلا دیا کہ گھر سے نکلتے وقت، گھر لوٹتے وقت، سونے سے پہلے بیدار ہونے کے بعد، غیرہ غیرہ کیا کہنا چاہیئے اور آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ میں دن میں ستر (۷۰) دفعہ سے زیادہ استغفار و توبہ کرتا ہوں۔“
(بخاری)

اللہ تعالیٰ نے عقائد و عمل کو بیان فرمایا:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّنَا مَا حَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا، سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
(آل عمران)

ترجمہ: (عقلمند) وہ لوگ ہیں جو اللہ کو کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر یاد کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں، تو کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس کائنات کو فضول نہیں پیدا کیا ہے آپ کی پا کی ہو۔ آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ صاحب عقل اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ اعتبار رسول کی خلاف ورزی میں اسلام کی معروف عیدیں عید الفطر، عید الاضحیٰ اور جمعہ کے علاوہ نئی عیدیں ایجاد کر لی گئی ہیں۔ ان تین مذکورہ بالاعیادوں کے علاوہ باقی ساری عیدیں غیر اسلامی ہیں۔ اور ان میں جو عبادتیں ایجاد کی گئی ہیں وہ مردوں ہیں۔ کیونکہ یہ بدعتات ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اعمال بھی دین میں داخل کر لئے گئے ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان چیزوں سے باز رہیں اور قرآن و سنت سے ثابت شدہ چیزوں پر اکتفاء کر لیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد ہر دن جمع ہوتے ہیں اور سب سل کر ایک ساتھ اللہ اکبر لالہ اکبر اللہ اور سبحان اللہ کے کلمات دہراتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے پاس آئے۔ ان کو دعا اور کہا کہ تم لوگوں نے ظلم سے بدبعت ایجاد کر لیا ہے۔ اور علم میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا چاہتے ہو؟ (لیہبی)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے محض لا الہ الا اللہ و سبحان اللہ کہنے پر انہیں غمیں
ڈانتا کیونکہ ان کلمات کی ادایگی حدیث سے ثابت ہے بلکہ آپ نے اس طریقہ ادائیگی کی کیفیت
کو ناپسند کیا جس کو وہ لوگ اختیار کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ طریقہ واسطہ ذکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ انہی لوگوں نے آپ سے شریعت کے احکام حاصل
کیا۔ آپ سے سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔

توحید اور اس کی اقسام

توحید کے لغوی معنی تہا کرنے کے ہیں۔ اور شریعت میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کو
توحید کہتے ہیں۔ توحید کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) توحید الربوبیۃ (۲) توحید الالویۃ والعبادۃ (۳) توحید الاسماء والصفات۔

ا۔ توحید ربوبیۃ:

اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں کیتا سمجھنا، افعال الہی جیسے پیدا کرنا، روزی دینا، زندگی دینا،
موت دینا، بادشاہت کرنا، کائنات کا انتظام کرنا وغیرہ یہ ایمان و عقیدہ رکھنا کہ اللہ ہی پیدا کرنے
والا ہے۔ روزی دینے والا ہے۔ مالک ہے تصرف کرنے والا اور ہر چیز کی تدبیر کرنے والا ہے۔
اس کے فیصلے کو کوئی لوٹانہیں سکتا ہے اور نہ اس کے حکم کو کوئی ٹال سکتا ہے۔
توحید ربوبیۃ کے دلائل، بہت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سَبَعةٍ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى
الْعَرْشِ سَرِيعُشَيِّ الْيَتَمَّ الْتَّهَارَ يَنْظُلُبُهُ حَشِيشًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
مُسَخَّرٌ بِعَمَرٍ هُدَآ لَلَّهُ الْخَلُقُ وَالْأَمْرُ طَبَّرِكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَلَمِينَ ﴿الاعراف﴾

ترجمہ: ”درحقیقت تمہارا پر ودگار وہی اللہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھوڑ دن میں

پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے۔ دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ سن لو! اسی کے لئے پیدا کرنے کا اختیار ہے اور اسی کا حکم نافذ ہے۔ سارے جہانوں کا پروگرام اللہ با بر کرت ہے۔

پہلے زمانے کے مشرکین تو حیدر بوبیت کا قرار کرتے تھے، لیکن اس اقرار کے باوجود بھی وہ مسلمان شمار نہ ہو سکے کیونکہ انہوں نے تو حیدر بوبیت کے لازمی نتیجہ تو حیدر بوبیت کا اقرار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اقرار خالق کا ذکر قرآن میں کیا ہے:

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ
الْعَلِيمُ ⑤ (الزخرف)

ترجمہ: اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو زبردست خوب علم والی ذات نے پیدا کیا ہے۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَإِنَّمَا يُؤْفَكُونَ ⑥ (الزخرف)

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر وہ کدھر بیکے جا رہے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ربوبیت کے اثبات کیلئے عقلی و نقلي دلائل بے شمار و بے انتہاء ہیں۔ مخلوق کا وجود خالق کے وجود کی دلیل ہے۔ کار گیر کی نشاندہی کرتی ہے۔ کوئی چیز خود سے وجود میں نہیں آتی ہے بلکہ اس کے لئے موجود کا ہونا ضروری ہے اور وہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ خَلَقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَلِيقُونَ ⑦ (الطور)

ترجمہ: کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود خالق ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ أَيُّثُرُ لِلَّهُوْقِينَ ⑧ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۖ أَفَلَا تُتَحَرُّونَ ⑨ وَفِي السَّمَاءِ
رُزْقُكُمْ وَمَا تُوَعَّدُونَ ⑩ (الذاريات)

ترجمہ: اور زمین میں یقین والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوچتا نہیں ہے اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر بہت سی چیزیں دلالت کرتی ہیں۔ شاعر کیا خوب کہتا ہے ۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لِهَا يَةٌ
تَدْلِي إِلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ
جَوْبَلَاتٍ هُوَ كَوْهٌ ثَنَانٍ هُوَ
أَوْرٌ هُرْجِيزٌ مِّنْ إِسْكَنْدَرٍ

۲۔ توحید الوهیت و عبادت:

بندہ کا تمام اقسام و مظاہر عبادت جیسے نماز، روزہ، قربانی، نذر ماننا، مدد طلب کرنا وغیرہ کو اللہ کے ساتھ خاص کر دینا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے وجود بخشنا ہے اور قوت و ارادہ و اختیار عطا فرمایا ہے۔ توحید الوهیت بندہ کا حفص اللہ ہی کی بندگی کرنا اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے۔ مخلوق کی بندگی نہ کی جائے خواہ وہ بزرگ نبی یا مقرب الہی فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس نے عبادت کے کسی مظہر یا قسم کو غیر اللہ کی طرف پھیر دیا وہ کافرو شرک ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا أَنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَهَجَنَّبَتِي وَهَجَنَّبَتِي يَلْهُو بِتِ الْعَلَمَيْنِ ﴿٦﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَبِنِيلِكَ أُمْرُبُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنِ ﴿٧﴾ (الانعام)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ہیری نماز اور ہیری قربانی اور ہیری زندگی اور ہیری ہوتی اللہ ہی کے لئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔“

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ أَخْرَى لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ هُوَ يَعْلَمُ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ (المؤمنون)

ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکاریے گا جس کی اس کے پاس کوئی دليل

العقيدة

15

نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہو گا۔ یقیناً کافر کا میاب نہ ہو سکیں گے۔
توحید کی اسی قسم توحید الوہیت میں انبیاء کرام اور ان کی قوموں میں جھگڑا واقع ہوا۔
کیونکہ پہلے زمانے کے مشرکین اس بات کا اقرار و اعتراض کرتے تھے کہ پیدا کرنے والا اور
تمدیر کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن وہ اس کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتے تھے اور ان کے
متعلق یہ عقیدہ رخصت تھے کہ یہ لوگ اللہ کے یہاں ان کی سفارش کریں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا
ذکر قرآن میں کیا ہے۔

مَا نَعْبُدُ هُنَّا إِلَّا إِلِيَّ قُرْبًا إِلَى اللَّهِ الْمُرْكُفُ

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان (بتوں وغیرہ) کی پوجا محسن اس لئے کرتے ہیں کہ وہ
ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔

وَمَا آزَّسْلُنَا مِنْ قَبْلِكَ وَمِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُؤْجِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا^④
فَاعْبُدُنِي

”ہم نے آپ ملظیہ نہ سے پہلے جس نبی کو بھی سمجھا تو اس کی طرف وحی کی کہ میرے علاوہ
کوئی معبود نہیں ہے۔ پس تم میری ہی عبادت کرو۔“

ہم جب موجودہ مشرکین اور سابقہ دور کے مشرکین کو دیکھتے ہیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ
اس زمانے کے مشرکین پرانے مشرکوں سے کفر میں بڑھ ہوئے ہیں۔ پہلے زمانہ کے مشرکین
کشادگی و فراغت میں اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ جب حالت نگہ ہو جاتی اور پریشانی
بڑھ جاتی تو اسی کی طرف متوجہ ہوتے اسی سے لوٹاتے تھے۔ [۱]

[۱] قدیم مشرکین مشکلات میں اللہ سے لوٹاتے تھے اور آسانی میں شرک کرتے تھے اور اس دور کے مشرکین
مشکلات میں یا علی مشکل کشا یا غوث کہتے ہیں اور آسانی میں قولی ولہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں قدیم
مشرکین غیر کو صرف وسیلہ و سفارشی مانتے تھے اور آج کے مشرکین انہیں تصرف مانتے ہیں اور اللہ عز و جل کو
معطل کر دیا ہے۔ قدیم مشرکین اللہ کو بر اہل انسیں کہتے تھے۔ آج کل کے مشرکین اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہیں۔
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَنِّيْا يَصْفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُزَسْلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

الله تعالى نے فرمایا:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلُكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الظِّنْنَ ۖ فَأَلَمَّا نَجْعَلْهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا
هُمْ يُشْرِكُونَ ⑤ (العنکبوت)

ترجمہ: وہ لوگ جب کشتی میں سوار ہوتے تو اللہ ہی سے لوگاتے۔ اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔ جب وہ ان کو خلکی تک سلامتی سے پہنچا دیتا تو اس کے ساتھ شرک کرنا شروع کرتے۔

لیکن اس زمانے کے مشرکین بیکی و آسانی ہر حال میں غیر اللہ ہی سے لوگاتے ہیں، تمہیں بہت سے ایسے آدمی نظر آئیں گے جو قبر والے کارخ کرتے ہیں، اور خیانت کے ساتھ مشکلات کا حل اور صیبتوں کے ازالے کے لئے ان سے دعا کرتے ہیں۔ ان سے مدما نگتے ہیں اور اس کے علاوہ ان کے نام پر قربانی پیش کرتے ہیں اور مانتے ہیں۔ یہ حال قبر پرستوں کا ہے۔ ان کی زندگی کا اہم کام و شغل قبروں کے پاس دھرنامارکر بیٹھنا اور طواف کرنا ہے۔ اور قبر والے سے حاجات طلب کرنا ہے۔ ایک قبر پرست کا کہنا ہے کہ جب تمہیں مشکلات گھیر لیں تو قبر والوں سے چھٹ جاؤ۔ حالانکہ اللہ سبحانہ نے فرمادیا ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ هُنَّ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ
عَنْ دُعَائِهِمْ غَلِيلُونَ ⑥ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءٌ وَكَانُوا يُعْبَادُونَ
كُفَّارِيْنَ ⑦ (الاح莽)

ترجمہ: "اور اس شخص سے زیادہ بھٹکا ہوا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ اس کی پکار سے بے خبر ہیں اور جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے تو وہ ان پکارنے والے کے دمん ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔"

یہ دفن شدہ لوگ قبروں میں خود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے تو ذوروں کو کیا فائدہ پہنچا سکیں

العقيدة

17

گے۔ عربی زبان کا مقولہ ہے ”فَاقْدَ الشَّيْ لَا يُعْطِيهِ“ یعنی جس شخص نے کسی چیز کو گم کر دیا ہو وہ دوسرا نے کوہاں سے دے سکتا ہے۔ جب مفون اپنے لئے ہی نفع نقصان کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو وہ بدرجہ اولیٰ دوسرے کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ نفع نقصان کا مالک تو بس اللہ کی ذات ہے۔ اللہ العزوجل نے فرمایا:

وَإِنْ يَمْسِسْكَ اللَّهُ بِضَيْرٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسِسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑥ (الانعام)

ترجمہ: ”اور اگر اللہ تجھے تکلیف پہنچائے تو اس کو وہی دور کر سکتا ہے اور اگر وہ تجھے بھلانی دینا چاہے تو وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔“

۳۔ توحید الاسماء والصفات:

قرآن پاک و حدیث صحیح میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو بہترین نام اور بلند صفات۔ فارسی میں۔ ان پر بلا کسی تحریف، تعطیل، تکمیل، تاویل، تشییہ و تمثیل کے ایمان لانے کا نام توحید الاسماء والصفات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: اس کے جیسا کوئی نہیں ہے اور وہ خوب سنتے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جن صفات کو بیان کیا ہے اور اس کے رسول نے جن صفات کا اثبات اللہ کی ذات کے لئے کیا ہے ان پر بغیر کسی کسی زیادتی کے ایمان لائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء و صفات میں کسی بھی طرح کی بے راہ روی اختیار کرنے پر دھمکی دی گئی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

وَلِنَوْ الْأَسْمَاءُ الْخُشْلِيَّ فَادْعُوهُ إِلَيْهَا سَوْ وَذْرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَاءِهِ ۖ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ④ (الاعراف)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں تم اس کو انہیں کے ذریعہ پکارو اور جو اس کے ناموں میں انحراف کرتے ہیں انہیں چھوڑو۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں عنقریب اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔
جو اللہ کے کسی نام یا صفت کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ ۖ قُلْ هُوَ رَبُّنِيٍّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ
مَثَابٌ ۝ (الرعد)

ترجمہ: ”اور وہ حُمَن کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ میرا پروردگار ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف لوٹا ہے۔“
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے جن صفات کمال کو بیان فرمایا ہے۔ اہل سنت ان کا اثبات کرتے ہیں اور تمام صفات نقص کی اس کی ذات سے غنی کرتے ہیں۔ اثبات صفات اور غنی صفات میں ان کی دلیل کتاب و سنت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أَلَّرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوْى ۝ (ط) ترجمہ: حُمَن عرش پر مستوی ہوا۔
اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ اس کا مستوی ہونا اس کی عظمت و جلال کے موافق ہے۔ استواء کے معنی میں تاویل نہیں کرتے کہ وہ غالب ہوا جیسا کہ تاویل کرنے والے کہتے ہیں بلکہ صفت استواء کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ صفت اللہ کے جلال و علو کے مناسب ہے۔ استواء کے معنی ”علمی“ سے کرنا الفاظ کے معنی میں تبدیلی کرنا ہے۔ اور بلا دلیل اس کے اصل معنی ترک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بَلْ يَدْكُهُ مَبْسُوْظُّلُّنِ ۝ (المائدہ: ۶۲) ترجمہ: بلکہ اسے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔
اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے جو اس کی عظمت و جلال کے شایان شان ہے۔
اہل بدعت، معزز لہ و جھیلہ وغیرہ یہاں ”ید“ کے معنی قدرت و نعمت کے لیتے ہیں
وَجَاءَهُ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفَّا صَفَّا ۝ (النمرود)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار آئے گا اس حالت میں کفر شتے صفو در صفو ہوں گے۔

اہل سنت کہتے کہ اس کا آناء اس کی عظمت و جلال کے مطابق ہو گا۔ جیسے اور حسن طرح وہ چاہے اہل سنت کسی قسم کی تاویل نہیں کرتے، یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کے متعلق ہے۔ جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ اس طرح اہل سنت معطلہ، جھمیہ اور مشبہ کے درمیان ہیں۔ وہ لوگ صفات الہی میں اس لئے تاویل کرنے لگے کہ اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس کیا۔ پھر مخلوق کے نقص و عیوب سے چھکارہ حاصل کرنے کی کوشش میں تاویل والکار کی راہ پر چل پڑے۔ ان کی مثال اس شخص کی جیسی ہو گئی جو گرمی سے بچنے کی کوشش میں آگ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس طرح اور زیادہ تکلیف دہ چیز میں بستا ہو جاتا ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ناموں اور صفات پر ایمان لائے اور اللہ سبحانہ کے جلال و عظمت کے مناسب انہیں سمجھے۔ مدینہ منورہ کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بہت خوب جواب دیا ہے۔ ایک بعدی شخص نے ان سے کہا۔ رحم عرش پر مستوی ہوا۔ کیسے مستوی ہوا؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”استواء کا معنی معلوم ہے۔ کیفیت نامعلوم ہے۔ اور صفت استواء پر ایمان لانا واجب ہے اور کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔“ پھر امام مالک نے حکم دیا کہ اس بعدی کو مجلس سے نکال دیا جائے۔

امام مالک نے صفت استواء کے متعلق جو کہا ہے یہی قاعدہ ساری صفات الہی پر لا گو ہوتا ہے۔ اس عظیم قاعدہ کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے تاکہ ہم فرقہ معطلہ کی گمراہی اور فرقہ مشبہ کے ٹیز ہے پن سے محفوظ رہ سکیں۔

اسماء و صفات الہی میں گمراہی کے اسباب

اسماء و صفات الہی پر ایمان لانا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و حمدۃ اللہ علیہم کا مسلک تھا اسی مسلک پر امت محمدیہ میں خطاۃ قائم تھی۔ یہاں تک کہ فرقہ جہمیہ ظاہر ہوا جو تم بن صفویان کی طرف منسوب ہے، یہی شخص اس فرقہ کا بانی ہے۔ اسماء و صفات الہی کی نفی کے نظریہ کو ہم نے جعد بن

ذرہم سے سیکھا اور جعد نے اس نظریہ کو ابان بن سمعان سے حاصل کیا جس نے اس فکر کو مشہور یہودی جادوگر لبید بن العاصم کے بھائیج طالوت یہودی سے اخذ کیا۔ اس طرح اسماء و صفاتِ الہی کی نئی کافی نظریہ یہودیوں سے مسلمانوں میں پھیلا۔ جنم اور اس سے پہلے کے لوگ اس مسئلہ میں یہودیوں کے شاگرد تھے۔ دوسرا صدی ہجری میں واصل بن عطاء اور عمر بن عبدی کی کوشش وجود و جہد سے یہ افکار عام طور پر پھیل گئے۔ یہ دونوں شخص فرقہ معتزلہ کے بانی تھے۔ جو اسماء الہی کو مانتے ہیں لیکن تمام صفاتِ الہی کا یا تو انکا کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ پھر ان فرقوں کی شاخیں درشتیں ہوئیں۔ یہ فرقے آج تک تاویل و تعطیل صفاتِ الہی میں کم و بیش مبتلا ہیں۔ ان کی تعطیل و تاویل صفات کی بنیاد ان کے خود مساختہ باطل قاعدہ ہے کہ صفات کے اثبات سے لازم آئے گا کہ اللہ کے لئے بھی جسم ہو۔ یہ ان کی گمراہی کی بنیاد ہے۔ انہوں نے صفاتِ الہی کو مخلوق کی صفات کی طرح سمجھا اپنی فاسد آراء کی بنیاد پر انہوں نے اللہ کو مخلوق سے تشییہ دی، پھر تشییہ سے بچنے کے لیے صفاتِ الہی کا انکار کر دیا اور نتیجہ میں انہوں نے اللہ جیسی عظیم الشان ذات کو ناقص و معدوم کے مثل بنادیا۔ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے اس بلند ذات کے لئے جن صفات کا ذکر کیا تھا۔ اس سے منہ موڑ لیا۔ اثبات صفاتِ الہی ہی امت و ائمہ امت کا ذہب رہا ہے۔ ائمہ دین نے صفاتِ الہی کو بغیر مشاہدہ کے ثابت کیا۔ اور اس کی تزییہ بغیر تعطیل کے کی ہے۔ [۱]

اس لئے کہ صفاتِ الہی میں غور و فکر دراصل ذاتِ الہی میں غور و فکر کی شاخ ہے۔ فرقہ جہیہ و معتزلہ اللہ کی ذات کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی ذات مخلوق کی ذاتوں کی طرح نہیں ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کی طرح نہیں ہیں کیونکہ صفات

[۱] تزییہ کا معنی ہے اللہ کو مخلوق کے مشابقہ ارادتیا، تزییہ کا معنی ہے اللہ کی ذات کو ہر عرب و قصص سے پاک قرار دینا۔ تعطیل کا معنی ہے کسی صفت کا انکار کرنا، سلف صالحین کا مسلک صفاتِ الہی کے باب میں یہ تھا کہ جو صفات قرآن و احادیث صحیح سے ثابت ہوں ہم ان کو مانیں گے اور اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات پر مقابس نہ کریں گے اور تمام صفات کمال کو اللہ کے لیے ثابت مانتے ہوئے اس میدان میں عقلی گھوڑے نہیں دوڑائیں گے۔

ذات کے تابع ہوتی ہیں۔ اہل سنت حدیث میں بیان کردہ صفاتِ الٰہی کو مانتے ہیں اور ان کی بات میں کوئی تضاد نہیں ہے لیکن صفاتِ الٰہی کے منکرین نے اپنے مذهب کی بنیاد ایک باطل قاعدة پر رکھی ہے جو عقل و نقل کے خلاف ہے۔

شرک اور اس کی اقسام

توحید اور اس کی اقسام کا بیان ہو چکا ہے۔ اب اس کی ضد شرک کے متعلق جانانی بھی ضروری ہے۔ عربی کا معادہ ہے کہ ضد سے چیز واضح ہوتی ہے۔ اب مندرجہ ذیل امور پر گفتگو ہو گی۔

۱۔ شرک کی تعریف اور اس کی اقسام کا بیان اور ہر قسم کا حکم۔

۲۔ اس موضوع کا ہم اہتمام کیوں کرتے ہیں؟

۳۔ دنیا میں شرک کیسے آیا؟

۱۔ **شرک اور اس کی اقسام کا بیان** : شرک کا معنی ہے اللہ کے کسی حق میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر کر دینا ہے۔ یعنی عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کی طرف پھیر دینا۔ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شرک اکبر (۲) شرک ضعفر

شرک اکبر: اقسام عبادت میں سے کسی قسم کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک اکبر کہلاتا ہے جیسے غیر اللہ کے لئے قربانی کرنا، نذر مانا، پکارنا، بتوں والیاء و نیک لوگوں کی دہائی دینا وغیرہ اس غرض سے کہ یہ لوگ ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گے اس قسم کا شرک کفر ہے۔ ملت سے حنارج کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے کسی عمل کو قبول نہ کرے گا۔ اس قسم کے شرک کا مرتكب اسی خالت میں مرجائے تو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اسی خالت میں مرجائے کہ وہ غیر اللہ کو پکارتا تھا تو جہنم میں جائے گا۔ (بخاری)

شرک عظیم ترین گناہ ہے جو شرک کی خالت میں مرجائے اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی معاف

نہیں کرے گا۔ ارشاد الہی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشَرِّكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشَرِّكَ
بِاللَّهِ فَقَدْ أَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿النَّاسُ﴾

”اللہ اس بات کو بالکل معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف فرماتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ بڑی دوڑ کی گمراہی میں جا پڑا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّهُ مَنْ يُشَرِّكَ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَمَ اللَّهَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا أُولَئِكُمْ إِلَّا طَالِبُوْنَ
مِنْ أَنْصَارٍ ﴿الْمَانِدَه﴾

ترجمہ: ”جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے ایسے پرجنت کو بالکل حصر ام کر دیا ہے۔ اس کا ٹھکانہ آگ ہو گی۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔“

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ شرک کے عمل کو قبول نہ کرنے گا۔ ارشاد ہوا:

وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَيْلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّمْتُثُرًا ﴿الفرقان﴾

ترجمہ: ”اور جو کچھ ان کے اعمال میں ہم ان کا قصد کریں گے اور ان کو کھر ہوئے غبار کی طرح کر دیں گے۔“

شرک اصغر: شرک اصغر یہ گناہوں میں سے ہے۔ یہ شرک اکبر سے کم درجے کا ہے۔ شرک اصغر کا مرتب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہو گا۔ وہ اگر چاہے تو معاف گرے اور چاہے تو سزا دے۔ اسی طرح شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کا معاملہ ہے۔

شرک اصغر کی مثال ریا کاری ہے۔ انسان کوئی نیک کام اس لئے کرے کر لوگ اس کی تعریف کریں اور اس کو نیک سمجھیں اور اس کی عزت کریں وغیرہ۔ ریا کاری خطرناک گناہ ہے یہ دل کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتے ہیں جس میں ریا کاری ہوتی ہے وہ عمل بریاد ہو جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے اس سے ڈرایا ہے۔ آپ نے فرمایا ”مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈرچھوٹے شرک کا ہے۔“ جب آپ سے چھوٹے شرک کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”وہ ریا کاری ہے،“ (ابو ادود) ریا کاری اخلاص کی نفی ہے۔ اور عمل کی قبولیت کے اخلاص لازمی شرط ہے۔

شرک اصغر میں اس طرح کے جملے داخل ہیں ”اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں کام نہ ہوتا“ اور ”اگر اللہ اور فلاں شخص نہ چاہتا تو یہ کام نہ ہوتا“ وغیرہ کیونکہ ان جملوں میں اللہ اور غیر اللہ کی برابری کا اختال پایا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ”جو اللہ اور آپ چاہیں، نبی ﷺ نے اس طرح کہنے سے منع فرمایا“ تم نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا! ایسا مت کہو بلکہ کہو جو صرف اللہ چاہے گا وہی ہو گا۔“

شرک اصغر میں غیر اللہ کی قسم بھی داخل ہے۔ جیسے نبی ﷺ کی قسم کھانا یا امامت کی یا زندگی کی یا کسی مخلوق کی نبی ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

شرک اصغر کی مثالیں بہت سی ہیں۔

ہمیں شرک اکبر اور شرک اصغر دونوں سے چوکنار ہنا چاہیئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کتاب و سنت کو اچھی طرح تھام لینے اور تو جید کی تحقیق اور شرکیات سے دور ہو جانے اور عقائد کی بدعنوں سے بچنے سے اس سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔

۲۔ ہم اس موضوع کا اہتمام کیوں کرتے ہیں؟ شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ یہ بہت خطرناک جرم ہے اور جیونٹی کی چال سے زیادہ بہ آواز ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اس کو اچھی طرح پہچانے تاکہ اس سے بچ سکے۔ اس سے بچنے کے اسباب تلاش کر سکے اور اس سے چوکنارہ کے۔ اس موضوع کا اہتمام کرنے کے بہت سے اسباب ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

الف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواہش نفهمی کے تحت نہیں بولتے ہیں۔ آپ نے خبر

دی ہے کہ اس امت میں شرک واقع ہوگا اور امت کی طرف نسبت رکھنے والوں میں ایسے بھی ہوں گے جو بتوں کو پوجیں گے اور پرانے زمانے کے مشرکین کی راہ پر چلیں گے۔ اس سلسلے میں بہت ساری احادیث مردی ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”رات دن نہ جائیں گے (یعنی قیامت نہ آئے گی) جب تک لات و عزیٰ کی دوبارہ پرستش نہ ہوگی“ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ مشرکین سے نہل جائیں اور میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کو نہ پوجیں“۔ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سابقہ قوموں کی ضرور پیر وی کرو گے بالشت باشت بھر، گزگز بھر، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں داخل ہو جائیں تو تم بھی داخل ہوں گے۔ (متفق علیہ)

اس مفہوم کی دیگر احادیث بکثرت مردی ہیں۔ ان تمام کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی خبر دی تھی وہ واقع ہو چکی ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان اپنے دین حق سے انحراف کر کے قبروں و مزاروں سے چٹ گئے ہیں۔ وہاں دھرنامارکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اللہ عز وجل کو چھوڑ کر ان قبروں و مزاروں پر قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

ب: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ شرک کو پہچانے تاکہ اس سے بچے اور دور ہو جائے۔ اگر اس کو شرک کی پہچان نہ ہوگی تو بلا شعور واحساس کے وہ اس میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

حدیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ”لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں“۔

ج: آج مسلمانوں کی عمومی حالت یہ ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی آبادی الٰہی ہو جہاں مزارات و قبرنہ ہوں۔ اور عرس نذر و نیاز، قربانیاں وغیرہ نہ کی جاتی ہوں اور ان مزاروں و قبروں سے لوگ مد نہ طلب کرتے ہوں چیختے و پکارتے وچہراغاں نہ کرتے ہوں۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس طرح ہماری حاجات وغیرہ اللہ کے حضور پیش ہوں گی یا یہ قبروں اے خود ہماری مشکلات کو دور کریں گے۔

ہر بھدر آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مشکل میں جو بتوں سے مدد مانگتا ہے اور غیر اللہ کو پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بت وغیرہ ہمیں اللہ سے قریب کرتے ہیں اور اس مشکل میں جو قبر میں دفن شدہ شخص سے مدد مانگتا ہے اس کو پکارتا ہے اور نفع کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لئے اس سے امید لگائے بیٹھتا ہے۔ آخر ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ دونوں (مدفن اور بت) مخلوق ہیں وہ خود اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں تو دوسرا کو کیا نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے ”جو کسی چیز کا مالک نہیں ہیں وہ اس کو کہاں سے دے سکتا ہے“۔ اس لئے غیر اللہ سے چھٹنا اور امید لگانا جائز نہیں ہے۔ مندرجہ بالا اسباب کی بناء پر ہمارے لئے ضروری ہوا کہ ہم شرک کو پہنچائیں۔ اس کی حقیقت کو سمجھیں اور اس کے نقصان و مضرات کو بیان کریں۔

۳۔ دنیا میں شرک کے واقع ہونے کے اسباب: دنیا میں سب سے پہلے شرک نیک لوگوں کی محبت میں غلوکی وجہ سے آیا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جہالت عام ہو جاتی ہے۔ علم دین کم ہو جاتا ہے تو شیطان دخل اندازی کر کے لوگوں کو نیک لوگوں کے وسیلے کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ ان کی پرستش کی راہ کھل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَالُوا لَا تَنْدِرُنَّ إِلَهٌ كُمْ وَلَا تَنْدِرُنَّ وَدًا وَلَا سُوَاعًا ۝ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوْقَ
وَنَسْرًا ۝ (نوح)

ترجمہ: ”اور انہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو۔ تم و دسواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا“۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مردی ہے کہ یہ قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب ان لوگوں کا انتقال ہوا تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں خیال ڈالا کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھے ہیں وہاں ان کے مجسمے نصب کئے جائیں تاکہ ان کی یاد تازہ رہے جب مجسمے نصب ہو گئے اور علم مٹ گیا تو زمانہ دراز کے بعد ان کی پوجا شروع ہوئی۔ (بخاری)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جس وقت ان بزرگوں کے مجسمے بنائے گئے تھے تو ان لوگوں کا منشاء یہ تھا کہ جب بھی ان پر نگاہ پڑے گی ان کی زندگی طور طریقے نگاہوں کے سامنے آ جائیں گے اور ہم ان کی بیرونی کریں گے۔ لیکن جب ایک مدت گذر گئی اور جانے والے ختم ہو گئے اور جہالت عام ہو گئی اور علم میت گیا تو شیطان ان کے پاس آیا اور ان کی پرستش پر ابھارا اور ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے لگا کہ تم سے پہلے کے لوگ ان کی پرستش کرتے تھے۔

انہی ناموں کے بت عربوں میں بھی بعثت محمد یہ کے وقت پائے جاتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے غلوسے روکا ہے اور فرمایا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُبُوا فِي دِينِكُمْ..... (النَّاسَاءُ: ۱۷۱)

ترجمہ: ”اے اہل کتاب تم تمہارے دین میں غلوت کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم غلوسے بچواس لئے کہ غلوت تم سے پہلے کے لوگوں کو برپا دکر دیا ہے۔ (نسائی واحمد)

۵۔ عبادت اور اس کی اقسام

عبادت کے لغوی معنی فرمادی برداری و اکساری کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں عبادت ان تمام اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے۔ جن کو اللہ پسند فرماتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے۔ عبادت کی دو بنیادیں ہیں (۱) عبادت کو صرف اللہ کے لئے کر دینا (۲) رسول اللہ ﷺ کی ہی بیرونی کا ضروری ہونا۔ یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو عبادت صحیح نہ ہوگی۔ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

عبادت کی اقسام بہت سی ہیں۔ ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ کے لئے خالص کرنا واجب ہے۔ کسی بھی قسم کی عبادت کو غیر اللہ کے لئے کرنا شرک و کفر ہے۔ چونکہ عبادت کی اقسام بہت

کی ہیں۔ اس نے ہم مثال کے طور پر بعض اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ الدعاء: اللہ تعالیٰ سے نفع و بھلائی کے حصول اور نقصان و شر کے دفع کرنے کا سوال کرنا اس سوال کا اللہ کے لئے خالص ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمْ أَدْعُوكُمْ أَسْتَعِجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِنَا سَيِّدُ الْخُلُقُونَ جَهَنَّمَ ذَخِيرَتِنَّ (المؤمن) ⑥

ترجمہ: ”تمہارے پرودگار نے کہہ دیا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں مستحب کروں گا۔ جو گھمنڈ کی وجہ میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل دخواہ ہو کر جہنم میں جائیں گے۔“

اللہ عزوجل نے فرمایا:-

أَدْعُوكُمْ تَضَرُّعًا وَحُفْيَةً (الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: تم اپنے پرودگار کو گزاراتے ہوئے چکے چکے پکارو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دعائی عبادت ہے۔“ (ابوداؤد)

نصوص سابقہ سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت کی مخصوص وہ تم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اسی سے دعا کرنے کا حکم دیا بلکہ غیر اللہ سے دعا کرنا حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ أَصْلَى يَدَيْهِ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ⑦ **وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا يُعَبَّادُونَ كُفِّيْرِيْنَ** (الاحقاف) ⑧

”اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اس کو پکار رہا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتا بلکہ وہ اس کی پکار سے بے خبر نہیں اور جب لوگ (میدان حشر میں) جمع ہوں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پکار کے منکر ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قُطْبِيْرٍ ﴿٦﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُونَ
دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يُكَفِّرُونَ بِشَرِّكُمْ وَلَا
يُنَتَّكِ مِثْلُ خَيْرٍ ﴿٧﴾ (الفاطر)

ترجمہ: "اس کو (معبد) کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ بھجو رکی گھٹلی کی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ تم انہیں پکارتے ہو حالانکہ وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکتے۔ اور اگر سن بھی لیں تو تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ اور تمہیں بڑی باخبر ذات کی طرح کوئی نہیں بتلا سکتا۔"

مندرج بالا آیتیں اور اسی مفہوم کی ویگر آیتیں غیر اللہ سے دعا کرنے کے نقصان و خطرناکی کو بتلاتی ہیں۔ پہنچیں مسلمان ان آیتوں سے کیسے بخبر ہو گئے ہیں۔ کیونکہ پیشتر مسلمان غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ بالخصوص مزاروں کے پاس اور ان کے خود ساختہ اولیاء کے پاس اور مگان کرتے ہیں کہ وہ ان کی دعاؤں کو سنتے ہیں شیطان ان کے مشرکانہ افعال کو ان کے ذہنوں میں اچھا اور درست بتلاتا ہے۔ حق بات کے سنتے سے ان کے کافلوں کو بند کر دیتا ہے۔ تجب ہے کہ ان کی عقلیں اتنی گم ہو جاتی ہیں کہ وہ قبر میں مٹی میں دفن شدہ مردہ کے متعلق یقین کر لیتے ہیں کہ وہ ان کو اچھی چیز دیں دلو سکتا ہے۔ اور نقصان سے انہیں بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ﴿٨﴾ (المائدہ)

ترجمہ: آپ پوچھئے کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اسی چیزیں کی پرستش کرتے ہو جو تم کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔ اور اللہ ہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

۲۔ الاستغاثة (دہائی دینا): مصیبت زدہ شخص کا مصیبت و آفت کو دور کرنے کی درخواست کرنا۔ یہ بھی دعا کی قسم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْتَسَعَتِهِمُوازِيْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (الانفال: ۹)۔

ترجمہ: ”اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد بن لی۔“

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک منافق عبد اللہ بن سلول مسلمانوں کو اذیت دیتا تھا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو اور اس منافق کے خلاف فریاد کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھ سے فریاد نہیں کی جاتی ہے بلکہ اللہ ہی سے فریاد کی جاتی ہے۔“ (منhadīr) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے فریاد رہی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ اہل ایمان کو اس منافق کی زیادتیوں سے بچانے پر قادر تھے۔ پھر بھی آپ نے فریاد رہی کے لفظ کا انکار کیا ہے کہ شرک کی راہ کا ذریعہ بھی بند ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی اور انسان سے فریاد رہی جائز نہیں ہے۔

۳۔ نذر ماننا: انسان کا کسی ایسی عبادت و اطاعت کو اپنے اوپر وا جب کر لیتا جو وا جب نہ تھی نذر کھلاتا ہے۔ جب مقصود رضاہ اللہ ہو تو نذر انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے۔ بشرطیکہ یہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو۔ اور یہ نذر اس شخص کی طاقت و استطاعت میں ہو جیسے کسی محتاج کا کہنا کہ میں اتنے دن روزے رکھوں گا یا اتنی تعداد میں نماز پڑھوں گا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد اللہ ہی ہے:-

يُؤْفُونَ يَالَّذِي وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّكُهُ مُسْتَطِيرًا ④ (الدھر)

ترجمہ: وہ نذر کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت ہر طرف پھیلنے والی ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہو اسے وہ اطاعت ادا کرنی چاہیے۔ جس نے معصیت کی نذر مانی ہو اسے معصیت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ (بخاری)

۳۲۔ قربانی: یہ عبادت کی ان اقسام میں سے ہے جس میں لوگ گمراہ ہو گئے اور اس کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب تلاش کرنے لگے۔ اولیاء وصالحین کی قبروں کے پاس قربانیاں کرنے لگے کہ یہ صدقہ فلاں پیر کے بغیر اللہ تک نہیں بخیج سکتا ہے یہی حقیقی شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قربانی و دیگر اعمال عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:-

فُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَهَجَيَايِ وَهَمَاتِي يَلِو رَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿٦﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذِلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿الانعام﴾

ترجمہ: ”آپ اعلان کر دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پروڈگار ہے۔ اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلے اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْجُرْ ﴿٧﴾** (الکوثر)

ترجمہ: ”پس تم تمہارے رب ہی کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی دو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ (مسلم)

بلکہ آپ نے ان جگہوں پر قربانی کرنے سے بھی منع فرمایا جہاں غیر اللہ کی عبادت ہوتی ہو یا جاہلیت کے زمانے میں میلے لگتے تھے۔

ثابت بن صالح رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نذرِ مانی کروہ یا وانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرے گا۔ یوانہ مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا ”کیا وہاں کوئی بست ہے جس کی پرستش ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ”نہیں“ آپ نے فرمایا: ”اپنی نذر را دا کرو“ معصیتِ الہی میں نذر کی ادائیگی جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر جو انسان کی استطاعت میں نہیں ہے۔“ (ابوداؤد)

عبادت کی اور بھی بہت سی اقسام ہیں۔ مثلاً محبت، خوف و امید، عاجزی، خشیت وغیرہ وہ تمام چیزیں جن کے ذریعہ قربتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے ذریعہ غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا چاہے تو اس نے غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک کر دیا۔ اور پرکی آیات جن میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے۔ انسان پر واجب ولازم کرتی ہیں کہ عبادت کی ساری اقسام کو صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے خاص کر دے۔

منتر و تعلویذ کا حکم

منتر وہ کلمات و دعائیں ہیں جن کو پڑھ کر بیمار پر پھونکا جاتا ہے۔ منتروں کے کلمات والفاظ کے اعتبار سے ان کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے پتھر کے نگ و پوٹھو وغیرہ کو تعلویذ کہا جاتا ہے۔ جو بچوں کے گردنوں اور ان کے بازوں میں لٹکائے جاتے ہیں۔ بسا اوقات بڑی عمر کے آدی بھی گردن و بازو میں تعلویذ لٹکائیتے ہیں تاکہ نظر بداؤفات سے بچیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منتر و تعلویذ و جادو بالکل شرک ہیں۔“ (ابوداؤد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کے جسم پر ایک دھاگہ دیکھا دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھوں میں بیماری ہے۔ اس لئے دھاگہ پر دم کر کے لٹکایا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس دھاگہ کو توڑ دیا اور فرمایا ”عبداللہ کے گھروالوں کو شرک کی ضرورت نہیں ہے شیطان انگلی ٹھونستار ہتا ہے۔ جب یہودی دم کرتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے تم بس اتنا کہو۔“

أَذْهِبِ الْجَّاسِ رَبَّ النَّاسِ وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّافِ لَا شَفَاءَ إِلَّا شَفَائِكَ شِفَاءً لَا يُعَادُ رُسَقَمًا (ابوداؤد)

ترجمہ: اے لوگوں کے پر ذرودگار! تکلیف کو دور کر دے۔ مجھے شفا عطا فرم، تو ہی شفا

دینے والا ہے، تیرے ہی پاس شفا ہے۔ اسی شفاعت اکار کر کے بیماری دور ہو جائے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے تین چیزوں منزٰر، تسویہ اور جادو کا شرک ہونا ثابت ہوا۔ منزٰر کے متعلق تفصیلی کلام ہے۔ شرک یہ حرام منزٰر وہ کلمات ہیں جن میں کسی بھی قسم کے شرکیے الفاظ ہوں۔ مثلاً غیر اللہ سے پناہ طلب کرنا، مدد مانگنا وغیرہ وغیرہ۔

جو منزٰر شرکیے کلمات سے پاک ہوں وہ جائز ہیں۔ مطلق دم کرنے و منتر کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ بعض احادیث میں منزٰر کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے منزٰر کو جائز و بنا جائز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”منزٰر کرنا جائز نہیں ہے سوائے نظر بد اور ڈنک کے علاج کے لئے۔“

نظر بد کا مطلب آدمی کا کسی بھی اچھی چیز کو دیکھ کر یا اس پر نگاہ پڑتے ہی اللہ کی برائی نہ کرنا اور ماشاء اللہ نہ کہنا ہے۔ نظر بد حقیقت ہے اور اس کی تاشیح صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”نظر بد حقیقت ہے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منزوں کے متعلق دریافت کیا جن کو وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اپنے منزٰر میرے سامنے پیش کرو۔ منزٰر میں شرکیے کلمات نہ ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔“ (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا۔ آپ پر پڑھ کر دم کیا گیا۔ متعدد احادیث سے دم کرنا ثابت ہے۔ اس لئے منزٰر دم کرنا، پڑھ کر پھونکنا مندرجہ ذیل شرائط کے تحت ہو جائز ہے۔

(۱) کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ثابت ہو۔ اللہ کے سامع حصی یا صفات الہی کے ذریعہ کیا گیا ہو۔ یا سلف صالحین سے ثابت شدہ مسنون دعاوں کے ذریعہ کیا گیا ہو۔

(۲) عربی زبان میں ہو۔ اگر منزٰر کرنے والا عربی زبان سے اچھی طرح واقف نہ ہو تو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ دعا قرآن و حدیث کے موافق ہو۔

(۳) یہ عقیدہ رکھے کہ منزٰر خود سے اترنہیں کر سکتا۔ شفاعت اللہ کے پاس ہے۔ یہ منزٰر

شفاء کے حصول کے جائز زرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔

تعویذ باندھنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔ اس کا باندھنا ولکانا حرام ہے۔ اگر زیاد

عقیدہ ہو کہ تعویذ نفع یا نقصان دینا ہے تو شرک اکبر کا مرتكب ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو

شخص جس چیز سے دل لگاتا ہے اسی کے پرد کر دیا جاتا ہے۔“ (ترمذی)

یعنی اللہ عزوجل اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس شخص کو اس چیز کے حوالہ کر دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد کو پوری نہ کرے۔“ (احمد)

دوسری روایت میں ہے۔ ”جس نے تعویذ باندھی اس نے شرک کیا۔“ (احمد)

نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں چین کا کڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: ”یہ کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ”جوڑوں کی بیماری کے علاج کیلئے ہے۔“ آپ ﷺ

نے فرمایا: ”اس کو نکال دو اس لئے کہ اس سے تمہاری بیماری اور بڑھے گی۔ اور اگر تم اسی حالت

میں مر جاؤ تو ہر گز کامیاب نہ ہو گے۔“ (ابن ماجہ)

حدیقہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہاتھ میں ایک دھاگہ بخارے بچاؤ کے

لئے باندھا ہے۔ آپ نے اس کو توڑ دیا اور یہ آیت تلاوت کی۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (۴۰) (یوسف)

ترجمہ: ان میں سے اکثر شرک کرتے ہوئے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

بکثرت دلائل سے ثابت ہوا کہ ہر طرح کی تعویذ حرام ہے۔ قرآنی ہو یا غیر قرآنی جس

نے یہ کہا کہ قرآنی تعویذ جائز ہے۔ اس کی بات ناقابل توجہ ہے کیونکہ اس کی بات بے دلیل ہے

اور بے دلیل بات قابل توجہ و اعتبار نہیں ہوتی ہے۔ دلیل و وجہ ہو تو غور کیا جاتا ہے۔ بعض

حضرات قرآنی آیات کی تعویذیں لکھ کر بیماروں کے گرفتوں میں لٹکاتے ہیں۔ یہ حرام ہے بالکل

جائزو نہیں۔۔۔ قرآنی تعویذ وغیر قرآنی تعویذ دلوں کی حرمت یکسان ہے۔ اس کے اسباب

مندرجہ میں ہیں۔

(۱) احادیث میں توعید کی ممانعت عام ہے۔ کوئی استثناء منقول نہیں ہے۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ حکم عام کی عمومیت پر عمل ہوگا لیکن استثناء کی کوئی دلیل ہو۔

(۲) قرآنی توعید گروں یا ہاتھ میں باندھنا قرآن سے کھینا ہے اور اس کے عدم احترام کی دلیل ہے کیونکہ انسان اسی حالت میں بیت الخلاع تمام و دیگر گندے معتاماً پر چلا جاتا ہے۔

(۳) خرام میں بتا کرنے والے راستوں و ذرائع سے پھناضروری ہے۔ کیونکہ قرآنی توعید کی اجازت دینے پر لوگ غیر قرآنی توعید بھی باندھنے لگیں گے۔ موجودہ دور میں عسلا کبھی صورت حال واقع ہے۔

(۴) قرآنی توعید باندھنے والا کانے کا ثبوت سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اس طرح کی مفسوب روایات صحیح نہیں ہیں۔ اگر یہ طریقہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرماتے اور ہم تک صحیح سند سے پہنچتا۔ اس لئے کہ ضرورت کے وقت شرعی مسئلہ کو چھپانا جائز نہیں ہے۔

دوسری طرف اس زمانے میں پیشہ ور وہوں کے باز لوگ موجود ہیں۔ جو کاغذات پر لوگوں کو توعید میں لکھ کر دیتے ہیں کہ شفاء ہوئی۔ اور ان توعیدات کو لوگوں کے گرد فون میں ڈال دیتے ہیں تاکہ باطل طریقے سے لوگوں کے ہمال کو ہضم کر لیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے مکاروں وہوں کے بازوں سے بچیں اور ان کے پاس علاج و معالجہ کرائیں۔ کیونکہ یہ لوگ کتاب اللہ سے کھیلتے ہیں۔ اور اپنی مکاری سے کمزور ایمان والوں کو وہ کر دیتے ہیں۔

وسیله

وسیله کے لغوی معنی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ مطلوب کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ یادہ واسطہ و سبب ہے جو مراد تک پہنچاتا ہے۔

لغت کے ماہرا بن الاشیر ”النھایۃ“ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”واسل“ راغب کو کہتے ہیں اور وسیله قربت و واسطہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ مقصود تک پہنچا جائے اور اس کی قربت حاصل کی جائے۔ وسیله کی جمع وسائل ہے۔

قرآن مجید میں وسیله کے معنی : وسیله کے جو لغوی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ یہی معنی تفسیر سلف صالح نے قرآن کریم میں وارد شدہ لفظ وسیله کی ہے۔ جس کا مفہوم اعمال صالح کے ذریعہ قربت اللہ کو حاصل کرنا ہے۔ قرآن کریم میں دو جگہ وسیله کا لفظ آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقْوَا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤﴾ (المائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈر اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو امید کر تم کامیاب ہو گے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ
رَحْمَةً وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ فَخْدُورًا ﴿٤﴾ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: وہ لوگ جن کو یہ پکار رہے ہیں وہ خودا پنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ درحقیقت تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے ہی کے لائق ہے۔

امام المفسرین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”اتقو اللہ“ اللہ سے ڈر و یعنی اور امر و نواہی کی پابندی کر کے اللہ کی اطاعت کرو۔ ”وابتغوا الیہ الوسیلة“ اور اس کی

طرف و سیلہ ڈھونڈ دیتی اس کی پسند کے اعمال کر کے اس کا تقرب حاصل کرو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیت میں وسیلہ کا معنی تقرب چاہنا ہے۔ یہی تفسیر بیان میں بصری عبد اللہ بن کثیر سدی اور ابن زید وغیرہ سے منقول ہے۔ قاتاہ زرحمۃ اللہ علیہ سے مردی ہے ”اس کی اطاعت اور اس کے پسند کے عمل کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کرو۔“ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ”تفسیر ابن حکیم کی ہے مفسرین کے مابین اس لفظ کی تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ مقصود کو حاصل کیا جاتا ہے۔

وسری آیت ”أولُكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ“ کاشان نبڑول بزرگ صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے جس سے اس کا معنی و مفہوم واضح ہوتا ہے فرماتے ہیں۔ ”بعض انسان جن کی پرستش کرتے تھے وہ جن تو مسلمان ہو گئے لیکن یہ انسان ان کی پرستش میں بتلا رہ گئے۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ”جو انسان جنوں کی پرستش میں بتلا تھے وہ اسی حالت شرک میں باقی رہ گئے جبکہ وہ جنات مسلمان ہو گئے۔ وہ ان کی پرستش کو ناپسند کرنے لگے اور اپنے پروڈگار کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔“ مذکورہ آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر روایت کی ہے اس آیت میں صراحت ہے کہ وسیلہ سے مراد اللہ سے قریب کرنے والی چیز ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے ”يَبْتَغُونَ“ اللہ کے قریب کرنے والے نیک اعمال کو ڈھونڈتے ہیں۔ وسیلہ کی تفسیر جو سلف صاحب سے منقول ہے اس کی تائید لغت اور فہم سیم سے ہوتی ہے۔

جن حضرات نے مذکورہ بالادنوں آیتوں سے انبیاء وصالحین کی ذوات اور ان کے حق درمت کے واسطے سے توسل کا جواز نکالا ہے۔ ان کی یہ تفسیر واستدلال باطل ہے۔ بلکہ کلات قرآنی کو ان کے معانی سے ہٹا دینا اور لفظ کو اس کے ظاہری معنی و مفہوم سے دور کر دینا اور قرآن

و حدیث سے غلط منفایم نکالنے کی ناکام کوشش ہے۔ اس کے علاوہ سلف صارخ و معتبر مفسرین میں سے کسی سے بھی اس طرح کی تفسیر ثابت نہیں ہے۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ وسیلہ سے مراد وہ اعمال صالحہ ہیں جن سے قربت الہی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ان اعمال صالحہ کا شریعت سے ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کا اختیار ہمارے ذمہ نہیں کیا ہے اور نہ ان کی وضاحت و تعریف ہمارے عقل و ذوق پر چھوڑی ہے۔ ورنہ اختیار و وضاحت میں اختلاف و تضاد ہو جاتا۔ اس لئے اس نے ہمیں حکم دیا کہ ان چیزوں کی معرفت کے لئے اس کی طرف رجوع ہوں اور ان معاملات میں اس کی ہدایات و تعلیمات کی پیروی کریں۔ اللہ عز و جل کس بات کو پسند فرماتے ہیں اس کا علم اسی ذات حق کو ہے اسی لئے ہم پر ضروری ہے کہ تقرب الہی کے وسائل کی معرفت کے لئے ہر سائل میں اللہ عز و جل کی نازل کردہ شریعت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ سنت کی طرف رجوع ہوں۔ یعنی کتاب الہی و سنت رسول کی طرف برابر مراجعت کرتے رہیں۔

اس سے قبل یہ بات گذر چکی ہے کہ عمل جب تک اللہ کے لئے خالص اور شریعت کے مطابق نہ ہو درست نہیں ہو سکتا۔ اسی بنیاد پر وسیلہ کی وقتسیں ہو جاتی ہیں۔

(۱) شرعی وسیلہ (۲) بدعتی وسیلہ

شرعی وسیلہ:

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی وسیلہ کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ اسماء الہی اور صفات الہی کا وسیلہ ۲۔ اعمال صالحہ کا وسیلہ

۳۔ مقنی مومن کی دعا کا وسیلہ

ان تین اقسام کی تفصیل دلائل کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے۔

اسماء الہی و صفات الہی کا وسیلہ: مثلاً کسی مسلمان کا اس طرح کہنا:
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِإِنْكَ أَنْتَ أَنْتَ أَنْتَ إِنَّ اللَّهَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ أَنْ تُعَافِيَنِي

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں کہ آپ ہی اللہ ہی رحم کرنے والے بہت رحمت دینے والے بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ آپ مجھے عافیت عطا کیجئے۔“
 یا یوں کہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الْتِي وَسَعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَرْحَمَنِي وَتَغْفِرْنِي۔
 ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی رحمت کے واسطے سے آپ سے مانگتا ہوں۔ آپ کی رحمت تمام چیزوں کو شامل ہے۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے اور میری مغفرت فرمائے۔“

اسی طرح کی دعائیں جن میں اللہ کے بہترین ناموں اور اس کی یہ صفات کا واسطہ ہو،
 کتاب الہی و سنت رسول سے اس طرح کا وسیلہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَبِنَمَاءِ الْأَسْمَاءِ الْحَسَنَى فَادْعُوهُ إِلَيْهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي قِيمَاتِهِ
 سیمچڑوں مَمَا كَانُوا يَعْتَمِلُونَ ④۔ (الاعراف)

نبی ﷺ نے یوں دعا کی:-

اللَّهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَنْ أَخْبِنِي مَا عِلْمَتُ الْحِيَاةَ خَيْرًا لِي وَتَوْفِيقًا إِذَا عِلْمَتُ الْوَفَاءَ خَيْرًا لِي۔ (تفصیل علیہ)

ترجمہ: اے اللہ آپ کے علم غیب کے واسطے سے اور مخلوق پر قدرت کے واسطے میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کے علم میں جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہو مجھے زندہ رکھے اور جب موت آپ کے علم میں میرے لئے بہتر ہو تو مجھے وفات دیجئے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعاء استخارہ کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ

فَضْلِكَ الْعَظِيمُ۔ (بخاری)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کے علم کے ذریعہ خیر طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت سے قدرت چاہتا ہوں اور میں آپ کے عظیم الشان فضل سے مانگتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے: "يَا أَحَىٰ يَا أَقِيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغْيِيْثُ"

ترجمہ: اے کامل زندہ اے کائنات کو تھامنے والے میں آپ کی رحمت کے واسطے سے دہائی دیتا ہوں۔

نبی ﷺ جب تکلیف میں بٹتا ہوتے تو یوں دعا فرماتے تھے:-

**أَسْأَلُكَ اللَّهَمَّ بِكُلِّ إِسْمِهِ هُوَ لَكَ سَمِيَّتِيهِ نَفْسِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ
أو عَلَّمْتَهُ أَخْدَداً مِنْ خَلْقِكَ أَوْ إِسْتَأْتَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ۔ (احمد)**

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے آپ کے ہر اس نام کے واسطے دیلے سے مانگتا ہوں جو آپ نے اپنے لئے رکھا یا اپنی کتاب نازل کیا ہے یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے یا اس کو صرف اپنے پاس علم غیب میں رکھا ہے۔

اس طرح کی مسنون دعائیں بہت سی ہیں جن میں اسماء حسنی و صفات علیا کے واسطے دو سیلے سے دعا کی گئی ہے۔

۲۔ **تقریب الہی** کیلئے نیک اعمال کا وسیلہ: وہ اعمال تقرب الہی کا وسیلہ ہو سکتے ہیں جن میں دونوں شرطیں مکمل ہوں۔ مثلاً دعا کرنے والا یوں کہے۔ "اے اللہ آپ پر ایمان لانے اور آپ سے محبت اور آپ کے رسول کی اتباع کے دیلے واسطے سے میری مغفرت فرمادیجئے"۔ اس طرح کی شرعی دعائیں کافی ہیں۔ قرآن میں مومنین کی دعائیوں ہے۔

رَبَّنَا إِنَّا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (آل عمران)

ترجمہ: "اے ہمارے پروردگار بلاشبہ ہم ایسا ان لائے۔ آپ ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا لیجئے"۔

اہل ایمان نے گناہوں کی مغفرت اور آگ کے عذاب سے بچنے کیلئے ایمان کو واسطہ بنایا
 رَبَّنَا أَمْنًا إِيمَانًا أَنْزَلْنَا وَاتَّعَبَنَا الرَّسُولُ فَأَكْتُبْنَا مَعَ الشَّهِيدِينَ۔
 ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم آپ کی نازل کردہ وحی پر ایمان لائے اور رسول کی
 اتباع کی پس آپ ہمیں گواہوں میں لکھ دیجئے۔
 ایمان والوں نے اللہ عزوجل سے گذارش کی کہ انہیں گواہوں میں شمار کروے اور اس
 کے لئے ایمان و اتباع رسول کو وسیلہ بنایا۔

رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًّا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ أَمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَإِمَنًا هُنَّ رَبَّنَا
 فَأَغْفِرْ لَهُنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفَرْ عَنَّا سِتِّيَّاتِنَا وَ تَوْفِقَنَا مَعَ الْأَبْرَارِ۔ (آل عمران)
 ترجمہ: اے ہمارے پروردگار بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی
 طرف دعوت دے رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لا تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے
 پروردگار ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمادا اور ہماری برائیوں کو منادا ہے اور ہم کو نیکو کاروں کے
 ساتھ اٹھا لے۔“

اس آیت میں ایمان والوں نے اللہ سبحانہ سے گناہوں کی مغفرت اور برائیوں کو منانے
 اور نیکوں کاروں کے ساتھ آخری انجام ہونے کی دعا کی ہے۔ اور ایمان لانے کو وسیلہ بنایا۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنائے:
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْلُكُ بِأَنِّي أَشْهُدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ
 لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ (آل عمران: ۵۳)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں۔ کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ اللہ
 ہیں جو نہ ہے اور جنے گئے اور آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا۔ ”اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اس اسم و عظم کے وسیلے

سے مانگا ہے کہ اس کے ذریعہ جب بھی مانگا جاتا ہے تو وہ دینا ہے۔ اور اس کے وسیلہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔ (ترمذی، ابن ناجہ)

اعمال صالح کو وسیلہ بنانے کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تمین آدمی ایک غار میں پھنس گئے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ ہر ایک اپنے عمل کے ذاستے سے دعا کرے۔ ایک نے والدین کے ساتھ خسن سلوک اور ان کی خدمت کو وسیلہ بنایا۔ اور دوسرا نے موقع میسر ہونے کے باوجود محض اللہ کے ذر سے زنا سے باز آنے کو وسیلہ بنایا اور تیسرا نے اپنی امانت داری کو وسیلہ بنایا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور غار کا راستہ کھل گیا۔ یہ قصہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمان کے خالص نیک اعمال اس کے لئے تقربہ الہی کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔

۳۔ نیک انسان کی دعا کا وسیلہ : مثلاً کوئی مسلمان سخت تنگی و پریشانی میں نہست لا ہو جائے یا اس پر کوئی بڑی مصیبت آجائے اور وہ جانتا ہے کہ اس نے اللہ کی اطاعت میں کمی و کوتا ہی کی تھی اور وہ چاہتا ہے کہ تقربہ الہی کیلئے کسی مضبوط سبب کو پکڑے۔ اس لئے وہ کسی نیک مقتنی انسان کے پاس جائے یا کتاب و سنت کے عالم باعل کے پاس جائے اور اس سے گزارش کرے کہ وہ اس کے لئے پروردگار سے دعا کرے تاکہ اس کی مشکل آسان ہو جائے اور پریشانی ذور ہو جائے۔ یہ نیک انسان کی دعا کا وسیلہ ہے۔ سنت رسول و عمل صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ [۱]

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدودی مسجد میں داخل ہوا اور نبی ﷺ کی خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مال بر باد ہو رہا ہے۔ اور راستہ ویران

[۱] شرعی وسیلہ کی تینوں اقسام میں سب سے افضل اسماء الہی کا وسیلہ ہے۔ قرآن میں صراحت اس کا حکم ہے۔ اور اس کے بعد اعمال صالح کا وسیلہ ہے۔ متعدد انبیاء کرام و صالحین کی قرآنی دعاؤں میں اس کا ذکر ہے۔ زندہ نیک آدمی کی دعا وسیلہ صرف سخت مصیبت میں لیا جا سکتا ہے اور بکثرت نہیں ہونا چاہیے۔

ہو رہے ہیں۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل کرے۔” نبی ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھاتے اوپنچے اٹھائے کہ میں نے آپ کے بغل کی سفیدی دیکھی۔ آپ کہنے لگے۔ ”اے اللہ ہمیں بارش عطا کر اے اللہ ہمیں بارش عطا کر“ تمام حاضرین بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ اُس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

”اللہ کی قسم جس وقت ہم دعا شروع کئے تھے آسمان میں نہ کوئی بادل تھا اور نہ کوئی ابر کا نکلا اور نہ کوئی چیز۔ ہمارے اور سلیع پہاڑ کے درمیان نہ کوئی گھر تھا اور نہ کوئی مکان۔ اچانک سلیع پہاڑ کی طرف سے ڈھال کی طرح ایک بادل نکلا۔ جب آسمان کے نیچے میں آگیا تو پھیل گیا پھر بارش شروع ہو گئی۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابھی ہاتھ بھی نیچے نہیں کئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل چھا گئے۔ آپ جب منبر سے اترے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی داڑھی سے بارش کا پانی فیک رہا ہے۔ (مسجد کی چھت کھور کے پتوں کی تھی) پھر ہم نماز پڑھ کر پانی میں شراب اور گھروں تک پہنچے۔ اور بارش اگلے جمعہ تک جاری رہی۔ ووسرے جمعہ وہی بدؤی یا کوئی ذو سرآدمی آیا اور کہا ”اے اللہ کے ربoul! اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش ہم سے روک لے۔“ نبی ﷺ نے مسکرائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے فرمایا ”اے اللہ ہمارے اطراف ہو جمارے اور پہنسیں۔ شیلوں پر، کھیتوں و پہاڑوں پر۔ اور بادل چھٹ گئے اور مدینہ کے اطراف بارش ہونے لگی۔ مدینہ میں کچھ بھی بارش نہ تھی۔“ (متق علیہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نیک آدمی کی دعا کا وسیلہ ثابت ہے۔ اُس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کے لئے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے دعا کرتے تھے۔ آپ کہتے تھے ”اے اللہ! ہم آپ کے نبی کو وسیلہ بناتے تھے۔ اور آپ ہمیں پانی عطا کرتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ آپ ہمیں سیراب کیجئے اُس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد بارش نازل ہوتی تھی۔“

عمر رضی اللہ عنہ کا بی میں انتقال اور آپ کے بچا کو وسیلہ بنانے کا مطلب نبی میں انتقال کے پاس جانا اور ان سے دعا کی گزارش اور ان کی دعا کو تقریب الہی کا ذریعہ بنانا ہے۔ جب نبی میں انتقال کا انتقال ہو گیا اور آپ سے دعا کروانا ممکن نہ ہا تو عمر رضی اللہ عنہ و میر صاحب کرام رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ان حضرات کی دعاویں کو قبول فرمائے۔ صاحبہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے نہیں کہتے تھے۔ ”اے اللہ آپ کے نبی کی جاہ کے واسطے سے ہمیں بارش عطا کیجئے“ اور نبی میں انتقال کے بعد انہوں نے کہا ”اے اللہ عباس کی جاہ کے واسطے سے ہمیں بارش عطا کیجئے۔ اس طرح کی دعائیں بدعت ہیں۔ قرآن و سنت رسول سے ان کا کچھ ثبوت نہیں ہے اور نہ سلف صاحبین میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا۔ آپ نے بزرگ تابعی یزید بن اسود رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروائی۔ اگر کسی کی ذات، جاہ یا حرمت کا وسیلہ لینا ثابت ہوتا تو عمر و معاویہ رضی اللہ عنہما بارش کی دعا کے لئے نبی میں انتقال کی ذات وجاہ کا وسیلہ چھوڑ کر عباس و یزید بن اسود سے دعا کی درخواست نہ کرنے اور نہ ان کی دعاویں کا وسیلہ لیتے۔

بدعیٰ وسیلہ:

پچھلے صفحات میں وسیلہ اور اس کی اقسام اور ان کے دلائل کا بیان ہو چکا ہے۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ شرعی وسیلہ کے علاوہ دوسرے وہ تمام وسیلے جو حق وجاہ و حرمت وغیرہ کے ذریعہ لئے جاتے ہیں۔ وہ سب بدعت ہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول میں انتقال سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے قرآن و حدیث سے عدم ثبوت ہی ان کے باطل ہونے کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے محققین علماء نے ہر دور میں ان بدعیٰ وسیلوں کا رد کیا ہے۔ بعض حضرات نے ان وسیلوں کو جائز کہا ہے۔ حالانکہ ان کی بات بے دلیل ہے۔ اور کتاب و سنت کی ان واضح تعلیمات کے خلاف ہے جن

میں بدعتوں وغیرہ کو دین میں داخل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

بعض شبہات اور ان کا جواب

جو حضرات ذات وجاہ کے وسیلہ کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل دو باتوں سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو انہوں نے صحیح نصوص میں تلبیس و تحریف سے کام لیا ہے اور صحیح بات سے عناطہ مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یا انہوں نے ناقابل اعتماد ضعیف و من گھرست روایات سے کام لیا ہے۔ ان دونوں باتوں کو ہم مختصر انداز میں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

پہلی چیز نصوص میں دھوکہ دہی و تلبیس ہے۔ ذات کے وسیلہ کو جائز کہنے والے دو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان دو حدیثوں سے ان کا مدعى ثابت ہوتا ہے۔ پہلی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش مانگی اور کہا ”اے اللہ ہم آپ کی طرف آپ کے نبی کے ذریعہ وسیلہ پکڑتے تھے تو آپ ہم کو سیراب کرتے تھے۔ اور اب ہم آپ کے نبی کے پچھا کا وسیلہ لیتے ہیں۔ آپ ہمیں بارش عطا کیجئے“۔ اس دعا کے بعد بارش نازل ہوتی تھی۔

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ کی جاہ کا وسیلہ پکڑتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ اپنی دعائیں عباس رضی اللہ عنہ کا صرف نام لیتے تھے اور ان کے نام کے ذریعہ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ان کی وجہ سے بارش نازل کر دے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کی تائید کرتے تھے۔ اس طرح تو سلی ذات کے قائلین کے نزد یہ اس حدیث سے ذات کا وسیلہ ثابت ہو گیا۔

یہ استدلال پانچ اسباب پر باطل ہے۔

(۱) ذات کا وسیلہ یا جاہ کا وسیلہ جائز ہوتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ کی ذات کا وسیلہ

چھوڑ کر عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا وسیلہ اختیار نہ کرتے۔ کیونکہ نبی ﷺ افضل الخلوقات ہیں اور عباس رضی اللہ عنہ آپ کے مقابلے میں بہت کم درجے والے ہیں بلکہ عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے۔ جو آپ کے عہد زندگی میں ممکن تھا۔ آپ دعا فرمادیتے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا۔

(۱) انسان جب شدید ضرورت میں ہوتا فطری طور پر سب سے بڑے وسیلے کو ڈھونڈتا ہے۔ جو اس کو مقصود تک پہنچا دے۔ انتقال کے بعد رسول ﷺ کا وسیلہ جائز ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو ہرگز نہ چھوڑتے کیونکہ وہ اس وقت قحط و خشک سالی میں مبتلا تھے۔ اسی لئے اس سال کو ”ہلاکت کا سال“ کہا جاتا ہے۔

(۲) حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے متعدد دفعہ بارش کی دعا کروائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی قحط ہوتا تو عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کرواتے تھے۔ اگر یہ ذات کا ہی وسیلہ ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ بار بار افضل کو چھوڑ کر مفضول کا وسیلہ رہ لیتے۔

(۳) ذات کے وسیلہ کے قائمین اور ہم اس بات پر متفق ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے کلام میں مضاف پوشیدہ ہے۔ ”اے اللہ، ہم آپ کے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کے وسیلہ سے مراد نبی کی دعا کا وسیلہ ہے۔ اور مخالفین کہتے ہیں کہ نبی کے وسیلہ سے مراد نبی کی ذات کا وسیلہ ہے۔ مضاف کی تین میں اختلاف ہوا۔ اس اختلاف کو حل کرنے کیلئے احادیث رسول کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام گھروں میں بیٹھ کر نہیں کہتے رہے کہ اے اللہ، ہم کو عباس کے وسیلہ سے بارش عطا کر بلکہ میدان میں جمع ہوئے۔ عباس رضی اللہ عنہ کو بلا یا اور ان نے گزارش کی کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا وسیلہ مراد

ہے نہ کہ ذات وجاہ کا۔ اگر ذات یا جاہ کا وسیلہ مراد ہوتا تو اصحاب نبی مسیح ﷺ اپنے گھروں ہی میں بیٹھ کر آپ کی ذات اور جاہ کا وسیلہ پکڑتے اور بارش طلب کرتے۔ کیونکہ آپ مسیح ﷺ کے مقام وجاہ میں آپ کے انتقال سے کچھ کمی نہیں ہوئی ہے۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی جانتے تھے کہ انتقال کے بعد آپ مسیح ﷺ ذوسری حالت میں ہیں جو دنیا کی حالت سے جدا ہے۔ جب تک آپ مسیح ﷺ زندہ تھے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے دعا کی گزارش کرتے تھے لیکن وفات کے بعد آپ عالم برزخ میں چلے گئے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ عالم برزخ دنیوی زندگی اور اس کی کیفیت سے بالکل مختلف ہے۔

(۵) نیک انسان سے دعا کرنے کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد افعواً قائم ہوا ہے۔ معاویہ نے مشہور نیک نام تابعی یزید بن اسود رحمۃ اللہ علیہ سے بارش کے لئے دعا کروائی ہے۔

ان تمام ذاتات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی مسیح ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے بلکہ کمی نیک، زمدہ دعا پر قادر انسان کو بیلاش کرتے تھے اذراں سے گزارش کرتے تھے کہ ذہان کے لئے اللہ سے دعا کرے۔ اگر ذات وجاہ کا وسیلہ کپڑا ناشر عاجز ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے اس وسیلہ کو اختیار کرتے۔ کیونکہ ذہلہ لوگ ہر چھوٹی بڑی اچیز میں رسول اللہ مسیح ﷺ کی کامل اتباع کرتے تھے۔ اور اگر یہ وسیلہ نبی مسیح ﷺ سے ثابت ہوتا تو وہ ہم تک ضرور پہنچاتے۔

وہ سرنی خدیجہ ایک نایبیاً صخباً کی اڑاویست ہے۔ امام احمد، ترمذی، اور ابن ناجہ نے غتان بن احیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: «ایک نایبیاً شخص نبی مسیح ﷺ کے پاس آئے اور کہا 'وَاللَّهِ سَعَى دُعَاؤُكَ بِلَمْ يَكُنْ لَّكَ بِلَمْ يَكُنْ' آپ نے فرمایا 'أَغْرِيْتُمْ بِهَا مُؤْمِنَوْمَ میں تمہارے لئے دعا کریں کا اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔»۔ ابھوں نے کہا 'آپ ضرور دعا کریں'۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اچھی طرح دشمنوں کی اور ذوزکعت پڑھ کر یہ دعا کریں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَاتِّوْجَهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدَانِي
تَوْجِهُتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتَقْضِي لِي۔ اللَّهُمَّ فَشْفُعْهُ فِي وَشْفَعْنِي فِيهِ۔

ترجمہ: اے اللہ میں آپ ہی سے مانگتا ہوں اور آپ کے نبی رحمت کے نبی محمد کے ذریعہ میں آپ کا قصد کرتا ہوں۔ اے محمد میں آپ کے ذریعہ اپنے پروردگار کا قصد کرتا ہوں کہ میری اس ضرورت کی تکمیل کی جائے۔ اے اللہ ان کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرم۔ اور ان کے متعلق میری درخواست کو قبول فرم۔۔۔

راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے ایسے ہی کیا تو اس کی تکلیف دور ہو گئی اور وہ چنگا ہو گیا۔
توسل ذات کے قائلین اس حدیث سے نبی وصالحین کی جاہ کے توسل کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ اس نابینا صاحبی نے نبی ﷺ کی ذات کا وسیلہ پکڑا تو بینا ہو گیا۔ درحقیقت یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث شرعی وسیلہ کی تیسری قسم یعنی نیک انسان کی دعا کے وسیلہ پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) نابینا صاحبی نبی ﷺ کے پاس آئے تاکہ آپ ان کے لئے دعا کریں۔ اس طرح انہوں نے نبی ﷺ کی دعا کا وسیلہ پکڑا۔ کیونکہ آپ کی دعا و سوروں کی دعاؤں کے بالقابل زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اگر آپ کی ذات یا جاہ کا وسیلہ جائز ہوتا تو ان صاحب کو آپ کے پاس آنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی بلکہ اپنے گھر میں بیٹھ رہتے اور آپ کی ذات یا جاہ کے وسیلے سے دعا کرتے لیکن اس کے برخلاف وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے دعا کی درخواست کی۔

(۲) نبی ﷺ نے ان سے دعا کا وعدہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ افضل کوئی چیز ہے۔

(۳) نابینا صاحبی نے دعا کرنے پر اصرار کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی کیونکہ آپ وعدہ کی پابندی کرتے تھے۔ آپ نے ان سے دعا کا وعدہ کیا تھا۔

(۴) نبی ﷺ نے ان کو وجود عاكس حلاٰ کی تھی اس میں یہ الفاظ ہیں ”اے اللہ ان کی سفارش کو

میرے حق میں قبول فرماء، ان الفاظ کو ذات یا جاہ یا حق کے وسیلہ پر محول کرنا محال ہے۔ کیونکہ ان کلمات کا معنی یہ ہے کہ بصارت لوٹانے کے لئے نبی ﷺ کی دعا قبول فرماء۔ لغت میں شفاعت کے معنی دعا کے آتے ہیں۔

(۶) نبی ﷺ نے ان ناپینا صحابی کو یہ سکھایا کہ وہ دعائیں کہیں "ان کے حق میں میری دعا قبول فرماء" یعنی نبی ﷺ کی دعا کی قبولیت کے لئے میری دعا کو قبول فرماء۔ اس کے علاوہ اس جملہ کا اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔

خالقین ان ساری تفصیلات سے بالکل پہلو تھی برترتے ہیں۔ کیونکہ یہ تفصیلات ان کے مقصود و مدعای خلاف ہیں۔

(۷) اس حدیث کو علماء کرام نے نبی ﷺ کے مجراات اور آپ کی مقبول دعاؤں میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی دعا کی برکت سے غیر معمولی امور اور نیماریوں سے شفاء حاصل ہوئی ہے۔

آپ ﷺ کی دعا سے ان ناپینا صحابی کی بینائی اللہ تعالیٰ نے لوٹادی۔ محدث امام تھفی و دیگر مصنفوں نے اس واقعہ کو آپ کی نبوت کے دلائل میں ذکر کیا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ ناپینا صحابی کی شفایا بی کا اصل سبب نبی ﷺ کا دعا کرنا ہے۔ اگر صرف ان ناپینا صحابی ہی کا دعا کرنا کافی ہوتا تو دیگر ناپینا حضرات کی دعائیں بھی قبول ہوتیں اور ان کی بینائی لوٹ آتی یا کسی دشمن کی بینائی ضرور لوٹ آتی ہوتی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا اور شاید کبھی نہ ہوگا۔ اس مباحثہ و جائزہ سے واضح ہوا کہ ذات کے وسیلے کے قائمین کا ناپینا صحابی کی حدیث سے ذات کے ذات کے وسیلے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ شروع سے آخر تک دعا کا بیان ہے۔ دعا کرنے والا نیک عمل کرتے ہوئے دعا کرے اور کسی نیک انسان سے دعا کروائے تو اس کی حاجت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ بینائی کا لوٹانی نبی ﷺ کے مجراات میں سے ہے۔

دوسرہ شبہ: ذات وجہ کے وسیلے کے قائمین ضعیف و من گھڑت احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی تردید میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ وہ ضعیف و من گھڑت ہیں۔ مختصر اہم بعض

ضعیف احادیث کا ذکر کر دیتے ہیں۔

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔
”اے اللہ میں مانگنے والوں کے آپ پر عائد شدہ حق کے وسیلے سے مانگنا ہوں“ یہ حدیث
عطیہ عوفی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ نووی نے ”الاذکار“ میں اور ابن
تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”القاعدۃ الجلیلۃ“ میں اور ذہبی نے ”المیزان“ میں عطیہ عوفی کو ضعیف
قرار دیا ہے۔ بلکہ ذہبی نے ”الضعفاء“ جلد اول صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے کہ عطیہ عوفی کے ضعف پر
سب کااتفاق ہے۔ الہیشمی نے مجمع الزوائد میں کئی جگہ عطیہ عوفی کی ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) حاکم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے ”جب آدم علیہ
السلام سے غلطی ہو گئی تو انہوں نے کہا۔“ اے پروردگار! میں محمد کے وسیلے ہے آپ سے
ذوحا کرتا ہوں۔ میری غلطی معاف کر دیجئے۔“ اللہ نے کہا ”اے آدم! تم نے محمد کو کیسے حبا
حلاں کہ میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا؟“ انہوں نے کہا ”اے پروردگار! جب آپ نے مجھے
اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ کی روح کو مجھ میں پھونکتا تو میں نے سراخایا تو دیکھا عرش کے
پایوں پر لکھا ہے لا للہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ میں نے جان لیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ اپنی
محبوب مخلوق کے نام کو جوڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اگر محدث
ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔“

یہ حدیث من گھڑت ہے۔ امام ذہبی نے اس روایت کو جھوٹی قرار دیا ہے اور کہا کہ
عبد الرحمن راوی بالکل ضعیف ہے۔ اور دوسرا راوی عبد اللہ بن مسلم الفہری نامعلوم ہے اور اس کا
ایک راوی عبد اللہ بن مسلم بن رشید ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر ابن
حبان نے حدیث گھڑنے کی تہمت لگائی ہے۔ وہ لیث و مالک کے نام پر احادیث گھڑتا تھا۔ اور
ایک راوی ابن لهیعة ہے۔ جس کی روایتیں لکھنا جائز نہیں ہے۔

(۳) ”میری جاہ کا وسیلہ پکڑو کیونکہ میری جاہ اللہ کے نزد یک عظیم الشان ہے“ یہ

حدیث مسیح گھرست ہے۔ کتب احادیث میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ متن بعض بدعتیوں اور قبر پرستوں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

بلاشبہ آپ ﷺ کی جاہاں اللہ کے نزد یک عظیم الشان ہے۔ بلکہ آپ ساری مخلوق میں افضل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔ اور کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔“ آپ کی فضیلت کے باوجود جاہ و حرمت کے وسیلہ کی آپ نے تعلیم نہیں دی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جاہ و حرمت کا وسیلہ باطل ہے۔

کچھ اور مسیح گھرست احادیث ہیں جن کو مخالف حضرات اپنے باطل مسلک کی تائید میں بیان کرتے ہیں۔ طول بیان سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ ساری احادیث کا مفہوم وہی ہے جو گزشتہ احادیث میں گذر چکا ہے۔ ذات کے وسیلہ کے متعلق ایک بھی قابل اعتماد حدیث وار نہیں ہے۔

قبرستان کی زیارت کا حکم

قبرستان کی زیارت کا شریعت میں حکم ہے۔ البتہ اس طرح نہیں جس طرح آج کل لوگ کر رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قبرستان کی زیارت صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کیلئے نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ سن لو قبرستان کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“ (ترمذی)

اس حدیث میں زیارت قبرستان کا حکم ہے۔ مردوں و عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مدر رجہ ذیل حدیث سے مردوں کی تخصیص ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے قبروں کی خوب زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردوں کیلئے قبرستان کی زیارت ستحب ہے۔ عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ اس بات کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے دو وجہات کی بنا پر

قبرستان کی زیارت منع ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ”زدہوہا“ نذکر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ عورتیں بھی اس حکم میں عمومیت کی وجہ نے شامل ہو سکتی ہیں لیکن یہ کمزور دلیل ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک عام خاص دلیل کا مقابل نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو منسوخ ہی کر سکتا ہے۔ اگر خواتین اس عام حکم میں داخل ہوتیں تو ان کے لئے بھی قبرستان کی زیارت مستحب ہوتی۔ لیکن کسی بھی امام و عالم نے عورتوں کے لئے قبرستان کی زیارت کو نہ مستحب قرار دیا ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اور خلفاء راشدین کے زمانے میں خواتین قبرستان کی زیارت کیا کرتی تھیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ موت کی یاد دلاتی ہے اور دل کو زرم کرتی ہے اور آنکھ سے آنسو بہاتی ہے۔ (مندرجہ)۔ خواتین قبرستان کی زیارت کریں گی تو وہ جنخ و پکار، بزرع و خزع شروع کریں گی۔ آنسو بہانے پر اکتفا نہیں کریں گی۔ کیونکہ ان کے اندر کمزوری و صبر کی کمی ہوتی ہے۔

سابقہ گفتگو سے واضح ہوا کہ قبرستان کی زیارت سے مقصود نصیحت و عبرت حاصل کرنا اور مردوں پر سلامتی بھیجنائے اور ان کے لئے دعا کرنا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زیارت قبور کی دعا سکھلائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

السلامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبِيَارِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ يَرْحَمُ اللَّهُ
الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَأَكَانْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِلأَحْقَوْنَ (مسلم)

ترجمہ: یہاں رہنے والے مسلمانوں و مومنوں پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر حرم فرمائے اور بے شک ہم انشاء اللہ تم سے مطلع والے ہیں۔

اس طرح کی اور دعائیں مروی ہیں۔ اس کے برخلاف آج کل لوگ قبروں کے پاس اپنے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ان کو جھوٹے ہیں یا ان کی طرف رخ کرتے ہیں تاکہ برکت طلب کریں یا خیر کو حاصل کریں یا نقصان سے بچ سکیں۔ یہ سب بدعت کے اعمال ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سے ڈرایا ہے۔ بسا اوقات انسان ان کاموں کی وجہ سے شرک میں بتا

ہو جاتا ہے۔ بالخصوص اگر کسی میت کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اس کی بات سنتا ہے اور اس کی پکار کا جواب دیتا ہے یا غیب کو جانتا ہے یا تکلیف کو دور کرتا ہے وغیرہ تو ایسا شخص شرک کا مرتكب ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات قابل ذکر و توجیہ ہے کہ قبرستان کی زیارت مردوں کے لئے مسنون طریقہ کے مطابق مستحب ہے لیکن اس کے لئے سفر کر کے کسی دوسرے مقام پر جانا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان اپنے شہری کے قبرستان کی زیارت کر لے گا۔ اسے زیارت قبرستان کے لئے سفر کرنے و کوچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحیح حدیث کے مطابق رخصت سفر باندھنا صرف تین مسجدوں کیلئے جائز ہے۔ مسجد حرام (کعبہ) مسجد بنوی مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ بنی مسیٹلیۃ الرحمٰن نے فرمایا، ”رخصت سفر باندھنا صرف تین مساجد کے لئے جائز ہے۔ مسجد حرام، میری اس مسجد اور مسجد اقصیٰ کیلئے (متفق علیہ)۔

اس دور میں قبروں کی تعظیم، ان کو بلند کرنا، ان پر گنبدوں کی تعمیر اور ان کو مسجدیں بنانے کی مصیبت بہت بڑھ گئی ہے۔ حالانکہ ان امور کی ممانعت کا ذکر بکثرت احادیث میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض احادیث مندرج ذیل ہیں۔

بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات کی کیفیت طاری ہو گئی تو آپ اپنے چہرے پر ایک کپڑا ڈال لیتے اور جب بے چینی محسوس ہوتی تو اس کو ہٹالیتے۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا، اللہ کی لعنت ہو۔ یہود و نصاریٰ پر انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

مسلم نے جنذب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقال سے پارچی دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنائے: ”سن لو! تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا کرتے تھے۔ سن لو! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنالیتا۔ میں تم کو اس چیز سے منع کرتا ہوں۔“

امام احمد نے عبد اللہ بن مسحود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدر تین لوگ وہ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ۔۔۔ جو قبروں کو سمجھ دیں بنالیا کرتے ہیں۔۔۔“

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قبور کے متعلق سنتوں کو اور آپ کے حکم و ممانعت کو اور آپ کے ساتھیوں کے عمل کو جان لے اور آج کے لوگوں کے عمل و طریقہ کو دیکھئے تو دونوں کے درمیان تضاد و تناقض پائے گا۔ دونوں چیزیں طریقے اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ لوگ قبروں کے پاس اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے ہیں۔ آپ نے قبروں کو مسجدیں بنانے سے منع کیا ہے اور یہ لوگ ان پر مسجدیں بناتے ہیں اور ان کا نام اللہ کے گھروں مساجد کے مقابل مشاہد (درگاہ) رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر روشنی و چراغاں کرنے سے منع کیا ہے اور یہ لوگ قبروں پر روشنی کرنے کے لئے حبائدیں وقف کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پاس عید منانے سے منع کیا ہے اور یہ لوگ قبروں کے پاس عنید (عرس و بری) منانے ہیں۔ عید کی طرح یا عید سے بڑھ کر ان کا اہتمام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ قبروں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ ابو الحیان الاسدی نے کہتے ہیں کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے کہا ”کیا میں تمہیں اس کام کے لئے روانہ نہ کروں جس کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا۔ تم جس مجسم کو پاؤ اس کو مٹا دو اور جس اوپری قبر کو دیکھو اس کو زمین کے برابر کرلو۔۔۔“ (سلم)

شامہ بن شفی کہتے ہیں کہ ہم فضالہ بن عبید کے ساتھ روم کے شہر رودس میں تھے۔ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ فضالہ نے ان کی قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبروں کے (زمیں کے) برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنائے ہے۔“ (سلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ لوگ ان دونوں

العقيدة

54

حدیثوں کے بالکل برخلاف کرتے ہیں۔ قبروں کو گھروں کی طرح تعمیر کرتے ہیں۔ پھر ان پر گنبد کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اس پر بیٹھنے، اس پر عمارت تعمیر کرنے اور پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ کرنے اور اس پر لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد ترمذی) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور یہ لوگ قبروں کے سرہانے تختیاں لگاتے ہیں اور ان پر قرآنی آیات دغیرہ لکھ دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی مٹی کے علاوہ دوسرا مٹی بڑھانے سے منع فرمایا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ کرنے یا اس پر لکھنے یا اس پر دوسرا چیز کے بڑھانے سے منع کیا ہے۔ (ابوداؤد) اور یہ لوگ قبر پر اینٹ پھر اور سمند کا اضافہ کرتے ہیں۔

ابراهیم نجحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ (صحابہ کرام) قبروں پر اینٹ رکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

میت کا زندہ شخص سے مستفید ہونا

اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ فوت شدہ مسلمان زندہ مسلمانوں کی کوشش سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ کام دو طرح سے ہوتا ہے۔

پہلی قسم ان کاموں پر مشتمل ہے جن کو میت نے اپنی زندگی میں کیا تھا۔ جیسے اوقاف، وصیت و صدقہ جاریہ کی تمام اقسام۔ میت کے ان کاموں سے جو بھی شخص مستفید ہو گا میت کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

دوسری قسم زندوں کا مردوں کے لئے دعاء مغفرت و رحمت کرنا اور میت کی طرف سے زندہ مسلمان کا صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ جسے ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔ میت کی طرف سے اگر کوئی حج کرے یا روزہ رکھے اس کا اجر و ثواب میت کو پہنچنے کا یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ پہلی قسم کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”جب آدم کا بیٹا مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔“ جب آدم صدقہ، عجارتیہ اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو اور مفید علم“۔

دوسری قسم یعنی مردوں کا زندوں کی دعا سے مستفید ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُوازِنَا إِنَّ الَّذِينَ سَبَقُوكُمْ بِالإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غَلَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوكُمْ رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (الحضر)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہماری مغفرت فرم اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے خلاف کینہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو ہذا ہی مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فوت شدہ اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا مomin کا شیوه قرار دیا ہے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے رہتے اور فرماتے ”اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ اس لئے کہاب اس سے پوچھا جا رہا ہے۔“ (ابوداؤد)

زیارت قبرستان کی دعا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ زندوں کی دعا اہل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

صدقہ و خیرات کے ثواب پہنچنے کا ثبوت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا ”میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ وہ وصیت نہ کر سکی۔

العقيدة

56

میراً مان ہے کہ اگر اس کو کچھ کہنے کا موقع ملتا تو صدقہ کے لئے کہتی۔ اگر میں اس کی طرف صدقہ کروں تو کیا اس کو ثواب ملے گا۔ ”آپ نے فرمایا ”ہاں“ (بخاری)

روزہ سے ثواب پہنچنے کا ثبوت امام بخاری کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ (رمضان یا نذر کے) روزہ رہ گئے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے گا۔“ (بخاری) صحیح قول یہ ہے کہ نذر و غیر نذر کے روزوں کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حج کے ثواب کے پہنچنے کی دلیل امام بخاری کی روایت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا ”میری ماں حج کی نذر مانی تھی۔ لیکن حج کرنے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کی طرف سے حج کرو۔ اگر تمہاری ماں کا قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا نہیں کرتی تھیں؟ اللہ کا قرض ادا کرو، اس لئے کہ اللہ کا قرض ادا یگی کا زیادہ حقدار ہے۔“ (بخاری)۔

اس حدیث اور اسی مفہوم کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے متوفی رشتہ دار کی طرف سے اس شرط پر حج کر سکتا ہے، جبکہ متوفی نے حج نہیں کیا تھا کیونکہ وہ معذور تھا اور یہ حج بدلتے والا شخص اپنا حج کر چکا ہو۔ اس مسئلہ پر مزید توسع و قیاس کی گنجائش نہیں ہے۔ مثلاً معاوضہ دیکر حج کروانا غیرہ اگر چہ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے صرف دلیل سے ثابت شدہ چیز کر لیتا چاہیے۔ اس پر قیاس آرائی جائز نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زندہ شخص اپنے متوفی رشتہ داروں کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

سابقہ تفصیل سے واضح ہوا کہ چار قسم کی عبادتوں سے متوفی کو ثواب پہنچ سکتا ہے۔

(۱) دعا (۲) خیرات (۳) روزہ (۴) حج اور ان کے دلائل بھی بیان ہو چکے ہیں۔ (۱)
ویگر عبادتیں نماز، تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ کے ذریعہ میت کو ثواب پہنچانے کا کوئی
ثبوت نہیں ہے۔ ان امور کے قائمین کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔ سوائے اس کے
کہ احادیث سے ثابت شدہ عبادات کو غیر ثابت شدہ عبادات پر قیاس کریں۔ اور یہ بات معلوم
ہے کہ عبادات تو قیفی ہیں ان پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

تمام اگلے و پچھلے علماء کا اجماع ہے کہ ایصال ثواب کے لئے اجرت پر تلاوت قرآن کرنا
جائز نہیں ہے۔ اجرت پر تلاوت قرآن کا قائل سلف صالحین میں کوئی نہ تھا اور نہ کسی مستند امام
نے اس کی اجازت دی ہے۔ بعض متاخرین نے لوگوں کے مال کو باطل طریقے سے کھانے کیلئے
یہ کام اختیار کیا۔ بات سینیں تک مجد و نہیں رہی بلکہ ان لوگوں نے باقاعدہ آفس کھول لئے تاکہ
کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس متوفی کے رشتہداران کے پاس آئیں اور ان کو معاوضہ دیکر
قرآن خوانی کروائیں۔ پھر اجرت میں کمی وزیادتی اور بھائی تاؤ تک کی نوبت آئی۔ یہ لوگ کسی
شخص کے مرنے کے بعد جلے منعقد کرتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت و کھانے پینے کا اہتمام ہوتا
ہے۔ بسا اوقات متوفی کے انتقال کے ایک ہفتہ بعد یا چالیس دن بعد یا ایک سال کے بعد اس
طرح کے جلے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ سالانہ بر سی کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ سب
بدعی و ایجاد کردہ کام ہیں۔ میت کو ان چیزوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ معاوضہ لیکر تلاوت قرآن
حرام ہے۔ اگر میت کے وارثین معمولی حیثیت کے لوگ ہوں تو بالکل ختم حرام ہے۔ یہ غریبوں

(۱) علماء امت نے عبادات کی دو قسمیں کی ہیں۔ بدفنی عبادات اور مالی عبادات۔ بدفنی عبادات کا ثواب صرف کرنے والے
کے لئے ہوتا ہے۔ اس سے ایصال ثواب ثابت نہیں ہے۔ البتہ میت کے ذمہ روزے رہ گئے ہوں تو اس کا دلی اُپنیں
اواکر سکتا ہے۔ یا ہر روزہ کے عوض سکیم کو کھانا مکھائے گا۔ قتل روزوں کے ذریعہ ایصال ثواب ممکن نہیں ہے۔ حج
وعمرہ چونکہ مالی عبادات بھی ہیں ان لئے ان کے ذریعہ ایصال ثواب جائز ہے۔ مال کے ذریعہ ایصال ثواب بھی کھمار
خصوص حالات میں ہوتا جائز ہے۔ پاندی کے ساتھ اور بکثرت ایصال ثواب خلاف ہوتا ہے۔ صاحب مال کو
اپنے لئے ذخیرہ آخرت بنانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے بہترین تخدیع ہے۔

کے مال کو باطل طریقہ سے ہڑپ کر لیتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز و تلاوت قرآن میں دوسرے کی نیابت جائز نہیں ہے۔ اسی طرح معاوضہ دیکر نماز پڑھوانا یا تلاوت کروانا بلکہ اسی اختلاف کے حرام ہے۔ خواہ متوفی کے گھر میں تلاوت کی جائے یا اس کی قبر کے پاس یا کسی اور جگہ۔ یہ سب کام بدعت ہے میں اور سنت رسول ﷺ کے خلاف بھی۔ نبی ﷺ نے متوفی کے گھر والوں کے لئے کھانے کے انتظام کا حکم دیا ہے۔ جب عصر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”عصر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو۔ اس لئے کہ ان پر مصیبت آئی ہے جو ان کو مشغول کئے ہوئے ہے۔“ (ترمذی، احمد)

آج مسلمان اس سنت رسول کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس طرح کی جاہلیت کی چیزوں سے دور ہو جائیں اور سنت مطہرہ کی پیروی کریں۔

نبوت و رسالت

نبی اور رسول کے درمیان تفریق کیلئے علماء کرام سے متعدد اقوال منقول ہیں۔ ان اقوال میں غور و تدبر کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کی تعریف سب سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام کتاب النبوات میں لکھتے ہیں۔ نبی وہ شخص ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ وحی کرتے ہیں کہ وہ سابقہ شریعت کی پیروی کرے اور ان کو کفار کی طرف مبوعث نہیں کیا جاتا ہے کہ ان تک اللہ کا بیان پیغام پہنچائیں اور کسی متعین واقعہ میں ان کی طرف مخصوص وحی آتی ہے۔ انبیاء کے پاس وحی الہی آتی ہے کہ ان کو اور مونین کو کیا کرنا ہے؟ اور انہیں کن چیزوں کا حکم دیا جا رہا ہے؟ اور رسول وہ شخص جن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ پھر ان کو حکم ہوتا ہے کہ مخالفین تک اللہ کے بیغام کو پہنچائیں جیسے نوح علیہ السلام۔

صحیح حدیث میں ہے ”نوح علیہ السلام اہل زمین میں پہلے رسول ہیں اور ان سے پہلے انبیاء تھے جیسے شیعہ وادریس علیہم السلام“۔ (کتاب النبوت)

نجی اور رسول اسی قوم کے افراد ہوتے ہیں۔ موت و زندگی کی ساری حالتیں ان پر طاری ہوتی ہیں جو دیگر انسانوں پر طاری ہوتی ہیں۔ دوسرے انسان جس طرح غذا پانی، نیز آرام لباس اور شادی وغیرہ کے مقابح ہوتے ہیں۔ اس طرح انبیاء ان امور کے مقابح ہوتے ہیں۔ اور ان پر رسالت اور تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔ یعنی انبیاء و رسولوں پر وحی آتی ہے۔ اور اس کی تبلیغ کا ان کو حکم ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُؤْمِنُوا إِنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَّاَحَدٌ ... (الكهف: ١١٠)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پھر جیسا ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جا رہی ہے کہ تمہارا معبود تو درحقیقت تمہا معبود ہے۔
دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

مَا الْمِسِّيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ؛ قَدْ خَلَّتِ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ؛ وَأَمْمَةٌ صِدِّيقَةٌ دَكَانًا يَأْكُلُنِي الظَّعَامُ ... (المائدۃ: ٤٥)

ترجمہ: مریم کے بیٹے صح تو محض رسول ہیں۔ ان سے قبل بہت سارے رسول گذرچکے ہیں۔ اور ان کی ماں صدیقہ ہیں۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ تمام قوموں میں ہر زمانے میں رسولوں کی دعوت ایک ہی رہی ہے۔ اور وہ اللہ کی خالص بندگی کی دعوت دینا اور انسان کو شرک کی آمیزش اور بدعتوں و گناہوں سے بچانا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيَنِ مَا وَصَّلَّى بِهِ نُوحًا وَالذِّي أَوْحَيْنَا إِلَيْنَاكَ وَمَا وَصَّلَّى بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّيَنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ طَبَطَ ... (الشوریٰ: ١٣)

ترجمہ: ہم نے آپ کے لئے اسی دین کو جاری کیا ہے جس کی وصیت نوح کو کی تھی۔ اور جس چیز کی وجہ سے ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو کی تھی۔ وہ یہ ہے کہ دین پر قائم رہوا در اس میں تفرقہ بازی نہ کرو۔ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الظَّاغُوتَ (انجیل: ۳۶)

ترجمہ: ”اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول کو بھیجا کہ اللہ کی پرستش کرو اور طاغوت سے بچو۔“ طاغوت طغیان سے مشتمل ہے جس کے مقنی حد سے آگے بڑھنے کے ہیں۔ اس آیت میں طاغوت سے مقصود ہر وہ معبود باطل و متبوع مطاع ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنی حد سے بڑھ جائے۔ نوح عليه السلام سب سے پہلے رسول ہیں۔ شفاعةت کی حدیث میں ہے کہ میدان حشر میں لوگ حضرت نوح عليه السلام سے کہیں گے۔ ”آپ زمین والوں کی طرف نے پہلے رسول ہیں،“ (مسلم) سب میں آخری رسول اور سب میں افضل ہمارے نبی ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلِكِنَ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ ۝ (الاحزاب: ۰۰)

ترجمہ: آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور انبیاء کی مثال اس محل جیسی ہے جس کو خوبصورت بنایا گیا ہے لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ دیکھنے والے اس محل کا معاشرہ کرتے اور اس کی خوبصورتی سے متاثر ہوتے سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ اسی کی کمی کو محسوں کرتے۔ میں اسی اینٹ کی جگہ کو پر کرنے والا ہوں۔ مجھ سے عمارت مکمل ہو گئی اور سلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔“ (مسلم) تمام رسول ان پر درود وسلام ہو۔ غیب کو نہیں جانتے تھے بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ ان کو سکھلا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَلِمَ الْغَيْبُ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿١﴾ إِلَّا مَنْ أَرَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢﴾ لَيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسْلَتِ رَبِّهِمْ وَأَخَاطَرْهَا لَنْ يَهْمُ وَأَخْطَى كُلَّ شَيْءٍ عَنْدَهُ ﴿٣﴾ (الجن)

ترجمہ: وہ غیب کا جانے والا ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اس رسول کے جس کو اس نے چن لیا ہو۔ وہ اس کے آگے بیچھے محافظ لگادیتا ہے تاکہ وہ جان لے کر انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سَتَكُثُرُ مِنَ الْحَمْرَى وَمَا مَسَنَى السُّوْءُ إِنْ أَكَّا إِلَّا تَذَرِّي وَبَشِّيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ (الاعراف)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ نقصان۔ الایہ کہ جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو اچھی چیزیں زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایمان والوں کو ڈرائے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

قُلْ رَبِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ خَرْصًا وَلَا رَشَدًا ﴿٧﴾ (جن)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہ نقصان پہنچانے اور نہ ہدایت دینے پر قادر ہوں۔ جس کسی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ کوئی نبی یا ولی غیب کا عالم ہے تو اس نے اللہ پر تہمت۔ لگائی اور اس شخص کو اللہ کا ہمسر بنایا۔ اور اس کی یہ بات قرآن و حدیث کے نصوص کے خلاف ہے۔ بہت سارے لوگوں نے انبیاء کے متعلق غلوکریا ہے۔ بہت سارے نام نہاد مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ ساری کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس عقیدہ کی دلیل میں من گھڑت جھوٹی احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ جن کا کتب احادیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

اور یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے قبر میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں تھے۔
نحوہ بالذم ذکر۔ اگر بات ایسی ہی، ہوتی تو نبی ﷺ کی امامت و اقتداء کو چھوڑ کر صحابہ کرامؐ[ؐ]
کسی دوسرے شخص کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے۔ اس بات میں کوئی مشکل و شبہ نہیں ہے کہ انبیاء
علیهم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں اور یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ شہداء کی
زندگی کا بیان قرآن پاک میں ہے۔ لیکن یہ زندگی برزخی زندگی ہے۔ اس کی کیفیت کو صرف اللہ
ہی جانتا ہے۔ برزخی زندگی کو دنیوی زندگی پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

برزخی زندگی کے متعلق محدث البواد و نسائی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تمہارے دنوں میں سب سے افضل جماعت دن ہے۔ اسی دن آدم کی تحملیت
ہوئی اور اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس
دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔“ صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم نے کہا ”ابے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ مٹی میں مل
چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کو مٹی پر حرام کر دیا ہے۔“

اسی حدیث اور اسی مفہوم کی دیگر احادیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی
ثابت ہوتی ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد کی زندگی انتقال سے قبل کی زندگی سے
بالکل مختلف ہوگی۔ برزخی زندگی غیر کی دنیا ہے۔ اس کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے اتنی بات تو
ثابت شدہ ہے کہ دنیوی زندگی سے مختلف قسم کی ہے۔ اور یہاں کی باتیں دہاں نہیں چلتی
ہیں۔ دنیا میں انسان کھاتا ہے، پیتا ہے، سانس لیتا ہے، شادی کرتا ہے، جرکت کرتا ہے، پیشاپ
پا خانہ کرتا ہے، بیمار ہوتا ہے، گفتگو کرتا ہے، غیرہ کوئی شخص ان تمام امور کو کسی متوفی انسان کے لئے
ثابت نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سردار ہمارے نبی ﷺ کے متعلق بھی ان چیزوں
کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اس بات کی تائید صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کے انتقال کے

بعد صحابہ کرام کے مائیں بہت سارے امور میں اختلاف ہوا۔ لیکن کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ قبرنی پر جائے اور آپ سے مشورہ لے۔ اور حق و درست چیز کے متعلق آپ سے معلوم کرے۔ کیوں؟ اس لئے کہ معاملہ بالکل واضح ہے۔ وہ تمام حضرات جانتے تھے کہ انتقال کے بعد نبی ﷺ کا تعلق دنیا سے بالکل کٹ چکا ہے۔ دنیوی زندگی کی کیفیات و حالات آپ پر لا گونہیں ہوتے ہیں۔ وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ بزرگی زندگی میں تمام انسانوں سے آگے ہیں۔ لیکن وہ الگ زندگی ہے۔ دنیوی زندگی کی طرح نہیں ہے۔ نبی ﷺ کی محبت میں غلوگرتے ہوئے بہت سارے مسلمان خطرناک حالت میں بٹلا ہو گئے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ آپ فائدہ و فحصان کے مالک ہیں اور آپ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔ اور ہر چیز آپ کے قبضہ میں ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے۔

يَا أَكْرَمُ الْخُلُقِ مَالِيٌّ مِنَ الْوَذْبَهِ سُوَاكَ عَنْدَ نَزْوَلِ الْحادِثِ الْعَمَمِ
ترجمہ: اے بزرگ مخلوق جب عام حادثہ واقع ہوں تو میں آپ کو چھوڑ کر کس کی پناہ لوں۔“
وَإِنْ مِنْ جُودَكَ الدُّنْيَا وَضُرْتَهَا وَمِنْ عِلْمِكَ عِلْمُ الْلُّوحِ وَالْقَلْمَ
ترجمہ: اور آپ کی سخاوت سے دنیا و آخرت قائم ہے۔ اور آپ کے علوم میں لوح و قلم کا علم داخل ہے۔“

اس شاعر نے اللہ کے لئے کیا باتی رکھا ہے؟ اس نے مصیبوں و پریشانیوں کے اوقات میں رسول اللہ ﷺ کو اپنی امید و پناہ گاہ قرار دیا ہے۔ خواہ یہ پریشانیاں قیامت کے دن ہوں یا دنیا کی محنتیں و پریشانیاں۔ وہ یہ بھول گیا کہ اللہ ہی تھا پناہ گاہ و امید کی جگہ ہے۔ دوسرے شعر میں اس نے دنیا و آخرت کے وجود کو رسول اللہ ﷺ کی بخشش قرار دیا ہے۔ اسی شعر میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح تحفظ میں جن علوم کو رکھا ہے اور قلم نے جن تقدیرات کو لکھا ہے وہ سب رسول اللہ ﷺ کے علوم سے حاصل شدہ ہے۔ حالانکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے پناہ لینی چاہیے تھی اور دنیا و آخرت کو اللہ کی مخلوق اور سارے علوم کو اسی نے قرار دینا چاہیے تھا۔ تاکہ

شرک کی مصیبت سے فجع جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس غلو آمیز دعوے و مبالغہ آمیز تعریف میں اور یہودیوں کے قول ”عزیر بن اللہ“ اور عیساؑ کے عقیدہ ”اصح بن اللہ“ اور ”ثالث ثلاثہ“ میں کیا فرق رہ گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے غلو سے ڈرایا ہے فرمایا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُبُوا فِي دِينِنِكُمْ ... (المائدہ: ٢٠)

ترجمہ: ”اے اہل کتاب تم دین میں غلو نہ کرنا“

رسول اللہ ﷺ نے بھی آپ کی ذات و تعریف میں غلو کرنے سے امت کو رد کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم میری حد سے زیادہ تعریف مت کرنا جیسا کہ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے متعلق کیا ہے۔ میں تو محض ایک بندہ ہوں۔ تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہنا“ (بخاری)

یعنی جس طرح اہل کتاب نے اپنے انبیاء کے متعلق غلو کیا اس طرح تم میری محبت میں غلو نہ کرنا۔ آپ کے فخر کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اور اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ سفارشی بھی ہیں اور آپ کی سفارش مقبول بھی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ حوضِ کوثر والے اور مقامِ مجدد کے مالک ہیں۔ ملی علیہم۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر خصوصیات و امتیازات سے نوازا ہے۔ ہزاروں درود و سلام ہوں آپ پر۔

غلو آمیز تعریف آپ کی محبت کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی محبت تو آپ کی سنت کی اتباع، آپ کی پیروی اور آپ کے نمونہ کو اختیار کرنے سے ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ إِنَّ كُنْثَمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُنِيبُكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑥ (آل عمران)

العقيدة

65

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ بہت مغفرت کرنے والا خوب رحم کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

لَقَدْ كَانَ لِكُفَّارٍ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّبَنَ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
وَذَكَرَ اللَّهُ كَثِيرًا ﴿الاحزاب﴾

ترجمہ: اللہ کے رسول کی زندگی میں تم میں سے ہر اس شخص کیلئے بہترین نمونہ ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو خوب یاد کرتا ہو۔

چار چیزوں جن کا جاننا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان

کے لئے ضروری ہے۔

میرے مسلمان بھائی! چار چیزوں کی ہیں جن کا جاننا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ وہ چار چیزوں حسب ذیل ہیں۔

ا علم ۲ عمل ۳ دعوت ۴ صبر

ان چار چیزوں کا ذکر اور ان کی تعریف سورہ عصر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصُوا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصُوا بِالصَّابِرِ ۝ (العصر)

ترجمہ: زمانے کی قسم۔ انسان یقیناً گھاٹے میں ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے کہ جس مخلوق کی چاہے قسم کھائے اور مخلوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اللہ یا اس کی کسی صفت کی قسم کھائے مخلوقات کی نہیں۔ قسم کا جواب ”ان الانسان لفی خسر“ ہے۔ الانسان سے مراد تمام انسان ہیں لیکن ان چار امور کے اختیار کرنے والوں کے علاوہ باقی سارے انسان گھائے میں ہیں۔ گھائے وہ تباہی سے صرف چار مذکورہ صفات سے متصف انسان ہی مُستثنی ہیں۔ پہلی صفت ایمان ہے۔ ایمان کا علم پربتی ہونا ضروری ہے۔ علم سے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات کی معرفت اور اس کے رسول کی معرفت اور دین اسلام کی دلائل کے ساتھ معرفت ہے۔ اور اس علم کے مطابق قول عمل و اعتقاد کے ذریعہ عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَّقِلَّبَكُمْ وَمُمْتَنَنَكُمْ (۱۶) (محمد)

ترجمہ: ”جان لوکہ اللہ کے سوا کوئی معبد و حنف نہیں ہے۔ اور اپنے لئے اور مومن مردوں و مومن عورتوں کے گناہوں کیلئے مغفرت طلب کرو۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے اخبار کو اور تمہارے ٹھکانے کو۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ”کہنے اور عمل سے پہلے جانے کا باب“۔

دوسری چیز عمل کی طرف اللہ تعالیٰ نے ”عملو الصالحات“ کے ذریعاً اشارہ فرمایا ہے بغیر عمل کے علم ایسے ہی ہے جیسے بغیر روح کے جسم۔ ایسے علم سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بے عمل عالم کے لئے بوجھا اور اس کے خلاف دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا تَفْعُلُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْعًا عِنْدَ اللَّهِ أَنَّ تَفْعُلُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف: ۳۰۲)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم وہ باقیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک

بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم خود نہیں کرتے ہو۔

عمل جب تک اللہ کے لئے خالص اور شریعت کے موافق نہ ہو درست نہیں ہو سکتا۔ تیسرا چیز کی طرف اللہ تعالیٰ نے ”تو اوصوا بالحق“ کے ذریعہ ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی علم عمل کی طرف دعوت حکمت اور اچھے اسلوب بیان کے ذریعہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلٌ أَدْعُوكُمْ إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَكَانُوا مِنَ الْتَّابِعِينَ وَسُبْحَنَ اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْشِرِ كُلُّنَّ (یوسف)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ یہ میری راہ ہے۔ میں اور میرے بھین اللہ کی طرف بصیرت کی بنیاد پر دعوت دیتے ہیں اور اللہ کی پاکی ہو میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔“

جو تھی چیز کا ذکر ”تووصو بالصبر“ میں ہے۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ کی طرف بلا تا ہواں کے لیے صبر کرنا اور دعوت کی راہ میں اذیتوں و تکلیفوں کو برداشت کرنا ضروری ہے۔ یہی انبیاء اور رسولوں کی کی اتباع ہے انہوں نے صبر کیا اور صبر کی ترغیب دی۔ اور اذیتوں کے باوجودوں کے پیغام کو بندوں تک پہنچا دیا۔

سورہ عصر عظیم الشان سورۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے ذریعہ مسلمانوں کو بتلا دیا ہے کہ رضائے الہی کے مطابق اسلام کی عملی تطییق کس طرح ہو سکتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ عزوجل اگر اپنی مخلوق کے لئے صرف اسی سورہ کو نازل فرماتے تو کافی ہتھا۔“

(تفسیر ابن کثیر)

اسلام، ایمان اور احسان

اسلام: اسلام کے معنی توحید و اطاعت کے ہیں۔ اور شرک و مشرکین سے دوری اور بے تعلقی کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمَهُ إِنِّي بَرَآءٌ مِّنْهُمْ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

فَإِنَّهُ سَيَهْدِي إِلَيْنَا وَجَعَلَهَا أَكْبَرَةً بِأَقْيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿الزخرف﴾
 ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا، تم جن کی پرسش کرتے ہوئے ان سے بے تعلق ہوں۔ میر اعلق اس ذات سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ وہی میری رہنمائی کرے گا۔ ابراہیم اسی کلمہ کو اپنی اولاد میں چھوڑ گئے شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع ہوں۔

اسلام کے اركان پانچ ہیں۔ (۱) لا اله الا الله محمد رسول الله کی گواہی دینا۔
 (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) استطاعت پرج کرنا۔
 آپ صافیہ نام کے احکام کی اطاعت کرنا، آپ کی خبر کو صحیح مانا، آپ کی منع کی ہوئی چیز سے رک جانا اور آپ کے طریقے کے مطابق ہی اللہ کی بندگی کرنا۔

۲۔ ایمان: ایمان کے معنی لفظ میں تصدیق کے ہیں۔ شریعت میں زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اور اعضاء کے عمل کا نام ایمان ہے۔ یہی ایمان کی صحیح تعریف ہے۔ قرآن حدیث اور سلف صالحین سے یہی تعریف ثابت ہے۔ قرآن و حدیث کے نصوص سے ایمان کا بڑھنا اور گھٹنا ثابت ہوتا ہے۔ ایمان اطاعت عمل صارخ سے بڑھتا ہے۔ اوزگناہ سے گھٹتا ہے۔ ایمان کے بڑھنے و گھٹنے کے بعض دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ اهْتَدَوا زَادَهُمْ هُدًى وَأَنْتُمْ تَقُولُونَ ﴿محمد﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ہدایت کو اختیار کئے ان کی ہدایت میں اس نے اضافہ کیا اور انہیں تقویٰ عطا کیا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلَيَّتْ عَلَيْهِمْ أَيْتُهُمْ
 زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿الانفال﴾

ترجمہ: اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب ہی پر

بگروہ سر کھتے ہیں۔“

ارشاد ہوہ

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السُّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرْدَأُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ[ۖ]
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهَا حَكِيمًا[ۚ] (الفتح)

ترجمہ: ”وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کا ضافہ ہو جائے اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور خوب جانے والا بڑی حکمت والا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کے شر سے زیادہ شبے ہیں۔ سب سے اونچا شعبہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے اور سب سے نچلا شعبد راستے سے اذیت دہ چیز کو ہٹانا ہے اور شرم وحیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“ (ابوداؤد) (تفہ عنیہ)

آپ ﷺ نے فرمایا جہنم سے ہر اس شخص کو نکالا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا۔

ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے یہ واضح و صریح دلائل ہیں۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے۔ ان کا قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ سابقہ نصوص قرآن و حدیث سے مکرراتا ہے۔ یہ لوگ بعض غیر صحیح احادیث سے ایمان کی عدم کی وسیادتی پر دلیل پکڑتے ہیں۔ ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی روایت کردہ احادیث میں سخت ضعف ہے۔ مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کے قبلہ ثقیف کا وفر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا ”اے اللہ کے رسول! کیا ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے؟ آپ نے فرمایا! ” نہیں! ایمان دل میں مکمل ہوتا ہے۔ اس کا بڑھنا کفر اور گھٹنا شرک ہے۔“

یہ حدیث مسیح گھڑت ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ابولیث سے ابو مطع

العقيدة

70

یہک تمام راوی مجبول ہیں۔ تاریخ کی معروف کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ابو مطیع کا نام حکم بن عبد اللہ بن مسلم بُنْجی ہے۔ امام احمد و میہلی بن معین وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو الحسن کاتانی زید بن سفیان ہے۔ اور یہ شخص بھی ضعیف ہے۔ نایاب نے کہا۔ ”یہ متروک ہے“ شعبہ نے اس پر احادیث گھڑنے کی تہمت لگائی ہے۔ کہا کہ ”اس کو اگر دوپیے بھی دیئے جائیں تو وہ ستر احادیث گھڑ کر سنائے گا۔

ایمان کے چهار کان ہیں۔ (۱) اللہ پر ایمان (۲) فرشتوں پر ایمان (۳) آسمانی کتابوں پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) اخروی زندگی پر ایمان (۶) اچھی و بری تقدیر پر ایمان۔

۳۔ احسان : احسان کا معنی ہے ”تم اللہ کی بندگی اس طرز کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تو تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔“ یعنی کھلے و چھپے، تہائی لوگوں کے درمیان اللہ کو حاضر و ناظر سمجھنا۔ اس ذات کا دھیان رکھنا جس سے محبت رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے اور اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے اور اس کے غذاب سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ حدیث جبرائیل میں اسلام ایمان اور احسان کا بیان آیا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور بال بال کالے تھے۔ اس کے چہرے و لباس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور ہم میں سے کوئی شخص اس کو پوچھانا نہ ہتا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں گھٹتے آپ کے دونوں گھٹنوں سے ملا لئے اور اپنی دونوں ہتھیلوں کو آپ کی دونوں رانوں پر رکھا اور کہا ”آے محمد! مجھے اسلام کے متعلق بتالیے؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”اسلام یہ ہے کہ تم لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی گواہی دو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر ہو سکے تو خانہ کعبہ کا حج کرلو“۔ اس شخص نے کہا ”آپ درست فرماتے ہیں“۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی بات پر تعجب ہوا کہ وہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا ”مجھے ایمان کے متعلق بتالیے؟“ آپ نے فرمایا ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔“

اور یوم آخرت پا اور اچھی و بُری تقدیر پر ایمان لاو۔ اس شخص نے کہا "آپ درست کہتے ہیں۔" اس کے بعد کہا مجھے احسان کے متعلق بتلائیے۔ آپ نے فرمایا "تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگرچہ تم اس کو دیکھنیں سکتے لیکن وہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔" اس شخص نے کہا "مجھے قیامت کی نشانیاں بتلائیے" آپ نے فرمایا "لوذی اپنی مالکن کو جنے گی بنگے بدن؛ بنگے سر، محتاج بکریوں کے چروں ہوں کو تم دیکھو گے کہ اوپنی اوپنی عمارتیں بنائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ "اے عمر جانتے ہو پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے کہا۔ "اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا۔ وہ جریئل تھے جو تمہارا دین سکھلانے آئے تھے۔" (مسلم)

عقیدہ کے متعلق کتابچہ ختم ہو گیا۔ الحمد للہ رحمت وسلام وبرکت ہو اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ پر اور آپ کے خاندان اور آپ کے ساتھیوں پر۔

فرقہ ناجیہ و طائفہ منصورہ^(۱)

احادیث صحیح میں دو گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلا فرقہ ناجیہ یعنی جنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہونے والا اور دوسرا طائفہ منصورہ یعنی امتحان کا وہ گروہ جس کے ساتھ تو فسیق و نصرت الہی ہو گی۔ ان دونوں گروہوں کی تفصیل جانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر بن شعبہ و قال رسول اللہ ﷺ : ان نبی اسرائیل تفرقۃ علی الثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلات و سبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالوا: من هی يارسول الله . قال ما أنا علیه واصحابي . (ترمذی ایوب الابیان باب افتراق حنفۃ الامم)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی

(۱) یہ اور اس کے بعد کامپیوٹر مترجم کی طرف سے ہے۔

اسرائل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سارے کے سارے جنہیں میں سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: وہ کونسا گروہ ہے ابے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: وہ جو میرے اور میرے ساتھیوں کے طریقہ پر ہو۔

اس مفہوم و معنی کی روایات بکثرت ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشان گوئی کے مطابق امت محمدیہ میں افتراق و انتشار و مگر اقوام کے مقابلہ میں زیادہ ہی واقع ہوا ہے۔ قرآن و سنت رسول سے دوری، کچھ فہمی، خواہشات نفس کی پیروی وغیرہ کی وجہ سے امت میں سخت اختلافات پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اختلاف ضرور واقع ہوگا۔ سارے انسانوں کی طبیعتیں وذہن کی اس انہیں ہو سکتے۔ علم شریعت، خیر کی طرف رجحان اور صحبت صالح کی وجہ سے فرق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اختلاف لازم ہے۔ خواہ کتنی ہی کوشش کی جائے مکمل اتحاد فکر و ذہن حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اصحاب رسول ﷺ میں اجتہادی امور و انتظامی معاملات میں اختلاف واقع ہوا۔ لیکن وہ سب عقیدہ میں متفق تھے کہی بھی قسم کے شرک و بدعت کو برداشت نہ کرتے تھے۔ دعوت توحید و غلبہ اسلام کے لئے باہمی اجتہادی اختلافات کو برداشت کرتے تھے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے اور بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہوئے مل کر کام مفسرا بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ”ما أنا علىٰهُو أصحابي“ کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مضبوطی کے تمام لیتے ہیں۔ صحابہ کرام تابعین اور قدیم و جدید ائمہ دین کی راہ کو اپناتے ہیں۔

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: لا يزال طائفه من امتى ظاهرين حتى يأتيهم امر الله وهم ظاهرون.

(البخاري كتاب الاعتصام والسنۃ بباب قول النبي ﷺ لا يزال طائفه من أمتی.)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت

میں ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ غالب ہوں گے۔“
غلبہ سے مراد دین کے احکام پر کھلماں کھلماں کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔ ان کا ساتھ چھوڑ دینے والے انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم نہ آجائے یعنی قیامت بالکل قریب نہ ہو جائے۔
اسی مفہوم کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ساری امت محمد یہ گراہ اور دین نے دور نہ ہو گی بلکہ امت میں ایسے افراد ہمیشہ پائے جائیں گے جو دین کی اصلی و پچی تعلیمات کے عالم اور عامل اور ان کے دائی ہوں گے۔

حدیث میں مذکورہ گروہ سے مراد کون ہے؟ امام بخاری نے کہا کہ یہ گروہ اہل علم کا ہے یعنی دین کا علم حاصل کرنے والے افراد۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ”اگر محمد شین مراد نہ ہوں تو میں نہیں جانتا پھر کون ہو سکتے ہیں،“ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے مذکور جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو محمد شین جیسا عقیدہ رکھتے تاہم اہل سنت و جماعت اس میں داخل ہیں۔ نووی رحمۃ الشیعیہ فرماتے ہیں: اس گروہ سے اہل ایمان کے مختلف گروہ مراد ہو سکتے ہیں۔ ان میں بہادر مجاہدین، فقهاء محدثین، زہاد و عتباد، واعظین وغیرہ دیگر بھلائی کے کاموں میں حصہ لیئے والے شامل ہیں۔ ان کا کسی ایک جگہ اکٹھا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک و آبادیوں میں الگ الگ پائے جاسکتے ہیں۔ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا مجہر ہے۔ کیونکہ یہ گروہ و افسرداد امت میں پائے جاتے رہیں ہیں اُمہد نبوت سے آج تک اور انشاء اللہ قیامت تک۔

پہلی حدیث سے ثابت ہوا کہ امت محمد یہ میں فرقہ بندیاں واقع ہوں گی۔ نجات پانے والے وہی افراد اور گروہ ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی پیروی کرتے ہوں۔ اور توسری حدیث میں خوشخبری ہے کہ ہر دور میں اہل حق و سدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے ضرور موجود ہوں گے۔ کامیابی و بھلائی اسوہ نبی و طریقہ اصحاب نبی کے اپنا نے اور ایسے حضرات کے ساتھ ہو جانے میں ہے۔

قرآن و احادیث صحیحہ کی اتباع لازم ہے

اللہ عزوجل نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کلمات کو نازل فرمایا۔ انسان کو ہوا، پانی، غذا، بس وغیرہ سے زیادہ ہدایت رب انبی کی ضرورت ہے۔ الہی تعلیمات کے بغیر انسان شرف انسانیت حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ جب ہدایت رب انبی سے محروم ہو جائے تو تمام مخلوقات میں سب سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں وقوتیں شرف و اعزاز کے بجائے باعث نگ و عار بن جاتی ہیں۔ اس لئے عزوجل نے ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اس زمین پر اتنا را توفیر مایا۔

قُلْنَا أهْبِطُوا مِنْهَا بِجِينِيَّا، فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ قِبِّيْحٌ هُدَى فَمَنْ تَبَعَ هُدَى اَنْفَلَّا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخْزُنُونَ ④ وَاللَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِأَيْتَنَا أُولَئِكَ أَخْبَثُ
الثَّالِثُ هُمْ فِيهَا خَلِيلُوْنَ ⑤ (ابقرہ)

ترجمہ: ہم نے کہا تم سب بیہاں سے اتر جاؤ۔ پھر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت ضرور آئے گی جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے تو وہ نہ فکر مند ہوں گے اور نہ گم گیں۔ اور جو اس کا انکار کریں گے اور ہماری آئیوں کو جھلا کیں گے تو وہی لوگ آگ کے ساتھی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور فرمایا:

فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَى اَنْفَلَّا يَضُلُّ وَلَا يَسْقُي ⑥ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذُكْرِي فَإِنَّ لَهُ
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَخَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْنَى ⑦ قَالَ رَبِّ لِيَهُ حَسْرَتِيْقَ أَعْنَى وَقَدْ كُنْتُ
بَصِيرًا ⑧ قَالَ كَذَلِكَ أَتَشَكَّ أَيْتَنَا فَنَسِيَّتَنَا، وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْشَى ⑨ (اط)

ترجمہ: جو میری ہدایات کی پیروی کرے گا تو وہ نہ بھکٹے گا اور نہ بدختی میں بیٹلا ہو گا۔ اور جو ذکر ہے منہ موز لے گا اس کے لئے دنیا میں نگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے انداھا

انھائیں گے۔ وہ فرمائے گا ”اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا“۔ اللہ فرمائے گا ”ہماری آئیں تیرے پاس آئیں تھیں تو نے انہیں ایسے ہی بھلا دیا تھا اس لئے آج تجھ کو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا“۔

ربانی ہدایت کے نزول کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد صطفیٰ ﷺ پر ختم ہوا۔ اور آپ پر نازل شدہ ہدایت و تعلیمات کو تلقیامت محفوظ کر دیا گیا۔ تمام رسول اللہ عزوجل کی خصوصی نگرانی میں زندگی برقرار تھے۔ کیونکہ وہ کلام الہی کے شارح ہوتے تھے۔ اللہ عزوجل نہ صرف ان پر اپنا کلام نازل فرماتا تھا بلکہ اس کی تشریع و تفسیر کی ذمداری بھی انہیں پر ہوتی تھی۔ تاکہ کلام الہی اور رسولوں کی قولی عملی تشریع کے ذریعہ اللہ کے بندوں پر اتمام جنت ہو جائے اور ہدایت کی راہ مکمل واضح ہو جائے۔ حضرت محمد ﷺ کے شارح کلام الہی ہونے کا ذکر قرآن میں صراحت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتَلَوَّ أَعْلَمُهُمْ أَيْتَهُ وَيُؤْتِي كُبُّهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۱۰﴾ (آل عمران)

ترجمہ: ”درحقیقت اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہیں میں سے ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گراہی میں بتلاتے ہیں۔“ تعلیم کتاب سے مقصود آیات قرآن کی قولی عملی تشریع ہے۔ اور تمام مسلمان اس تشریع کے قیامت تک محتاج رہیں گے۔ آپ کی تشریع کے بغیر قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الِّذِي كُرِّلَتُبَيْنَ لِلنَّاسِ مَا نَرِلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۶﴾ (النحل)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر قرآن کو نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے نازل کردہ کی تشریع کریں امید کرو گے غور و فکر کریں گے۔

اس آیت میں نبی ملئیلہ علیہ السلام کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے کہ آپ احکام الہی کو واضح کرنے والے ہیں۔ یعنی آپ کامش صرف کلام الہی کو لوگوں تک پہنچانا ہی نہیں ہے بلکہ قول و عمل کے ذریعے اس کو واضح کرنا ہے۔

عبد الصحابہ کے بعد مسلمانوں میں مختلف قسم کی بدعتات و مگراہیاں داخل ہو گئیں۔ سنت رسول ﷺ کے متعلق لوگ سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ بعض نے سنت رسول کی اہمیت ہی سے انکار کر دیا اور بعض نے سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت کو تسلیم کیا لیکن اس کے مต邦ول کرنے کے لئے ائمہ کرام کی تصدیق کو ضروری سمجھا۔ جب تک ان کے معین کردہ عالم سے اس کی تصدیق نہ ہو یا اس عالم سے اس حدیث پر عمل ثابت نہ ہو قبول نہ کریں گے۔ خالانکہ جن ائمہ کرام کی طرف یہ لوگ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں ان حضرات نے ہرگز ایسی باتیں نہیں کہی ہیں اور واضح اعتراف کیا کہ حدیث رسول ان سے چھوٹ سکتی ہے یا فہم میں علطاً واقع ہو سکتی ہے۔ جب حدیث رسول اللہ ﷺ صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس کو پنالیب الازم ہے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشاد ہوا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ، فَإِنْ تَوَلُّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِ (آل عمران)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر وہ پیغام پھیر لیں تو اللہ انکار کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اطاعت رسول آپ کی سنتوں و احادیث کے اپنانے ہی سے ہو سکتی ہے۔ اسی بات کا ائمہ کرام نے حکم دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد اقوال منقول ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح حدیث کو مانا ضروری ہے۔ ابن عابدین سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہؓ نے فرمایا: ”جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میر اسلام کے“۔ اعلام المؤمنین کی روایت ہے کہ

آپ نے فرمایا: ”کسی شخص کے لئے ہمارے فتویٰ پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو علم نہ ہو جائے کہ ہم نے کس بنیاد پر وہ فتویٰ دیا ہے۔“ الایقاظ میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جب میرا فتویٰ آیت قرآنی اور حدیث رسول کے مخالف ہو تو میرے فتویٰ کو چھوڑ دو۔“ امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا: ”میں تو محض ایک انسان ہوں۔ غلطی بھی ہوتی ہے اور درست بھی کہتا ہوں۔ میرے فتاویٰ پر غور کرو جو کتاب اللہ و سنت رسول کے موافق ہو اس کو لے لو۔ اور جو ان دونوں کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دو۔“ اور آپ نے کہا ”سوائے نبی ﷺ کے ہر شخص کی بات فتویٰ کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی۔“ (جامع بیان العلم)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”ہم میں کے کسی بھی شخص سے سنت رسول ﷺ کی چھوٹ سکتی ہے۔ میں نے کوئی ایسا قاعدہ بیان کیا ہو جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے ملکرا تا ہو تو آپ ﷺ کی بات ہی میری بات ہے۔“ (تاریخ دمشق)

امام شافعی نے فرمایا: ”اگر تم میری کتاب میں سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی چیز پاؤ تو آپ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنا اور میری بات کو چھوڑ دینا۔“ آپ نے فرمایا: ”جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مسلک ہے۔“ (اجموع للنحوی) آپ نے محدثین کو مخاطب کرنے کے کہا: آپ حضرات حدیث اور راویوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ جب حدیث صحیح ہو تو مجھے بتلائے خواہ وہ کوئی ہو یا بصری یا شامی تاکہ وہ صحیح ہو تو میں اس کو اپنالوں۔ (ابن عساکر) آپ نے کہا: جب تم مجھے دیکھو کہ میں حدیث صحیح کے خلاف فتویٰ دے رہا ہوں تو جان لو کہ میری عقل چل گئی ہے۔“ (الاماں)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے فرمایا: ”نم میری تقليید کرنا اور نہ شافعی کی اور نہ اذاعی کی اور نہ شوری کی بلکہ جہاں سے انہوں نے لیا ہے تم بھی وہیں سے لینا۔“ آپ نے کہا اذاعی کا فتویٰ اور ابوحنیفہ کا فتویٰ سب آراء ہیں اور میرے نزدیک سب برابر ہیں اصل دلیل تو احادیث میں ہے۔“ (جامع ابن عبد البر) آپ نے فرمایا: جس نے حدیث رسول ﷺ

کو رد کر دیا وہ بہلا کت کے کنارے پر ہے۔ (ابن الجوزی)

حمدیہ کہتے ہیں کہ ہم شافعی رحمۃ اللہ کے پاس تھے۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلہ میں ایسے اور ایسے فیصلہ کیا ہے۔ اس شخص نے امام شافعی کے کہا: آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے کہا: سبحان اللہ! تم مجھے کسی چرچ میں دیکھ رہے ہو یا کسی بت خانہ میں؟ کیا تم میری کمر میں جیٹھو دیکھ رہے ہو؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اور تم پوچھتے ہو کہ آپ کیا کہتے ہیں؟“۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ)

حدیث کو کسی بہانے سے نال دینا اور اپنے متعین کردہ عالم کی تصدیق کے بغیر اس پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔ اسی طرح کسی ایک عالم کی پیروی کو لازم کر لینا اور اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کر لینا ان بدعتات میں سے ہے جو تیری صدی بھری کے بعد امت میں داخل ہو گئیں۔ شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ جنتۃ اللہ البالغۃ میں فرماتے ہیں: ”مسلمان کسی متعین امام کی خالص تقلید اور اس کے مسلک کے تفہیم اور اس کے فتاویٰ کی روایت پر چوتھی صدی بھری تک جمع نہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ تحقیق و مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ پھر ان بہترین زمانوں کے بعد لوگ اور ادھر بھٹک گئے اور تقلید ان کی سینوں میں چیزوں کے چال کی طرح داخل ہو گئی اور انہیں محسوس بھی نہ ہو سکا۔“

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ و دیگر علماء کرام کے بیان سے واضح ہے کہ تقلید کا وجود اسلام کی پہلی تین صدیوں تک نہ تھا۔ پھر یہ چیز مسلمانوں میں داخل ہو گئی اور امت مسلک کو گروہوں میں باش دیا۔ قرآن و حدیث سے عام افراد امت کو دور کرنے کا سبب بن گئی۔

اللہ عز و جل نے قرآن کریم میں اہل علم کی فضیلت و اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ کے بھی علماء کی بزرگی اور ان کا بلند مقام ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے اہل علم سے پوچھنے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ لیکن کسی

علم کو متعین کر لیئے اور ہر مسئلہ میں اسی کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت نہیں دی ہے۔ بلکہ اصل اطاعت تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور باقی اطاعتیں انہیں کے تحت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَرْكُتُ فِينِكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضْلُّوا مَا تَمَسَّكُتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنْنَتِي.

ترجمہ: میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت۔ جب

تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔

کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی کامل اتباع ہی حق ہے۔ اعلاماء کرام کے علوم سے استفادہ کرنا حق ہے۔ لیکن کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ تقلید کا عمل سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ مسند بن عنان رحمۃ اللہ شرح مردویۃ مالک میں کہتے ہیں۔

”تقلید کہتے ہیں دلیل و جھٹ کے بغیر کسی بات کو ماننا اور اس پر اعتماد کرنا اور تقلید کے کسی قسم کا علم حاصل نہیں ہو سکتا اور کسی ایک متعین مذہب کی تقلید و پابندی کرنا کھلی بدعت ہے۔ کیونکہ یہ بات قطعی طور پر سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تقلید کا رواج نہ تھا اور اس وقت سب لوگ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے اور اوز جب دلیل نہیں ملتی تھی تو آپس میں غور و خوص کرتے تھے۔“

تابعین کرام کا بھی سبھی حال تھا کہ دلیل نہ ہونے کے وقت اجتہاد کرتے تھے اور تیسری صدی تک جس کے اندر امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ سب کے سب اپنے پیشوں سلف صالحین کے طریقہ پر تھے ان کے زمانے میں کسی ایک شخص کا متعین مسلک نہ تھا۔

امام شوكانی رحمۃ اللہ ”القول المفيد“ میں فرماتے ہیں:

”ہر صاحب علم جانتا ہے کہ صحابہ تابعین اور تبعین کسی کے مقلدانہ تھے اور نہ کسی عالم کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ ناواقف اشخاص عالم دین سے قرآن و حدیث سے ثابت شدہ حکم کے متعلق پوچھتے تھے۔“

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں: بیچاروں امام ایک زمانے میں نہیں تھے۔ امام ابوحنینہ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ اور امام مالک کا ۲۷۰ھ میں اور امام شافعی کا ۲۰۵ھ میں اور امام احمد بن حنبل کا ۲۳۱ھ میں۔ ان میں سے کوئی دوسرے کی تقلید نہیں کرتا تھا اور نہ لوگوں کو اس کی ہدایت کرتا تھا۔ بلکہ وہ سب کتاب و سنت کی دعوت دیتے تھے اور جب کوئی کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات کہتا تو اس کی تردید کرتے تھے اور لوگوں پر اپنی پیروی کو لازم نہیں کرتے تھے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیم القصین میں فرماتے ہیں۔

”ہم بخوبی جانتے ہیں کہ عہد صحابہ میں کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی تمام پاؤں میں تقلید نہیں کی اور یہ بھی بخوبی واضح ہے کہ ایسی بات نہ عہد تابعین میں تھی اور نہ عہد تبع تابعین میں۔“ مقلدین کسی ایک شخص کی نشاندہی کریں جو رسول اللہ ﷺ کے ستائے ہوئے بہترین زمانوں میں ان کی تقلید کی بڑی راہ پر چلا ہو تقلید کی بدعت تو چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس زمانے کی نبی ﷺ نے مذمت فرمائی ہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کی کتاب اور اس کے نبی کی اطاعت و اتباع کو لازم کر دیا ہے۔ علماء کرام کا احترام اور ان سے علم حاصل کرنا اللہ کا حکم اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ لیکن کوئی عالم معصوم نہیں ہوتا ہے۔ غیر نبی سے خط واقع ہوتی ہے۔ اس لئے جس عالم کا علم و فہم قرآن و سنت سے جتنا زیادہ موافق ہے اتنا ہی زیادہ قابل اتباع ہے۔ اور جہاں قرآن و سنت سے دوری ہے وہ قابل ترک ہے۔ کسی شخصیت و گروہ کی طرف نسبت دین میں نہیں ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ و رسول کے اذکام و تعلیمات کو معلوم کرے اور ان پر عمل کرے اور جن مسائل کی سمجھ حاصل نہ ہوان میں اہل علم سے رجوع کرے۔ بغیر تعصّب گروہ بندی کے اہل علم کی اتباع کرے۔

فضائل توحيد

دنیا میں سب سے بڑی نعمت خالص بندگی کی توفیق ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کو اسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ یہ نعمت اسی کو حاصل ہوتی ہے جس پر اللہ کا خصوصی انعام ہوا اور وہ شخص حق و بدایت کی طلب میں لگا ہو، اور اس کو اختیار کرنے کے لیے قربانی پر آمادہ ہو۔ جس بندگی خالص کی توفیق ملی اور ہر قسم کے شرک سے دور ہوا وہ سراسر فائدہ میں رہتا ہے۔ توحید کی برکتیں اس کی دنیا و آخرت کو منور کر دیتی ہیں۔

توحید کی خوبیاں تو بے شمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَهُ يُلْيِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿الانعام﴾

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم سے آلوہ نہیں کیا ایسون کیلئے امن ہو گا اور یہی بدایت یافتہ ہیں۔

ظلم سے مراد شرک ہے کیونکہ شرک ظلام عظیم ہے۔ جو شرک سے بجا آخرت میں اس کو امن حاصل ہو گا اور دنیا میں مسلسل بدایت ملتی رہے گی۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! آپ مجھ کو اسی چیز سکھلائیے جس کے ذریعہ میں آپ کو یاد کروں اور آپ سے مانگوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ لا الہ الا اللہ کہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کے سارے بندے تو یہی کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے موسیٰ اگر تو ساتوں آسمان اور ان کے باشندے میرے سوا اور ساتوں زمینیں ایک پلڑیے میں ہو جائیں اور دوسرے پلڑیے میں لا الہ الا اللہ تو لا الہ الا اللہ ان پر غالب آجائے گا۔ (ابن ماجہ الحاکم)

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کلمہ توحید جس قدر ایمان و لقین سے کہا جائے، اسی قدر اللہ کے نزدیک بھاری گوئی ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ کامل موحد کا لالا اللہ آسمانوں و زمینوں سے بھی زیادہ بھاری ہو جاتا ہے۔

توحید کے بعض فضائل مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) جب توحید دل میں جم جائے اور اسی پر خاتمہ ہو تو ایسا شخص جہنم میں اس ہمیشہ نہیں رہ سکتا، بیشک اللہ نے اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے لالا اللہ کہے۔ (تفہن علیہ)
- (۲) دل میں توحید مکمل ہو تو ایسا شخص جہنم میں بالکل داخل نہ ہو گا۔ (امت محمدیہ کے ستر ہزار کامل موحدین بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے (بخاری))۔
- (۳) توحید دنیا و آخرت کے غم اور ان دونوں کی سزاوں سے بچنے کا بڑا سبب ہے (الانعام)
- (۴) اللہ کی رضا و ثواب کے حصول کا واحد ذریعہ توحید ہے۔
- (۵) شفاعت رسول کو حاصل کرنے والا ہی خوش نصیب ہو گا جس تے خلوص دل سے لالا اللہ کہا ہو۔ (بخاری کتاب العلم)
- (۶) توحید کی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ تمام کھلے چھپے اعمال و اقوال کی قبولیت اور ان کی مکملی اور ان سے ثواب کا حصول توحید ہی پر موقوف ہے۔ (مسلم کتاب الزہد)
- (۷) جس قدر توحید مضبوط و خالص ہوگی اسی قدر نیکیاں و اطاعتیں کمل ہوں گی۔
- (۸) موحد کیلئے دنیا میں کمل ہدایت اور آخرت میں کامل امن حاصل ہوتا ہے۔
- (۹) بندہ میں جس قدر توحید خالص و کامل ہوگی اسی قدر اس کے اعمال صالح کامل و اعلیٰ ہوں گے۔
- (۱۰) توحید کی وجہ سے بندہ پر بھلا نیوں کا کرنا اور برائیوں کا چھوڑ دینا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ نیکیوں کے ذریعہ وہ پروردگار کی خوشنودی اور ثواب چاہتا ہے اور عذاب جہنم کے

ذر سے برائیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ (فتح)

(۱۱) موحد پر مصیبیں و مشقیں آسان ہو جاتی ہے وہ اللہ کی تقدیر سے تسلی حاصل کرتا ہے اور صبرا اختیار کرتا ہے۔

(۱۲) دل میں جب توحید کامل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس دل میں ایمان کم حب بنا دیتا ہے اور اس کو بزرین کر دیتا ہے اور اس کے دل میں کفر و فسق و گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو بدایت یا فتنہ بنا دیتا ہے (فتح)۔

(۱۳) توحید کی عظیم الشان خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو مخلوقات کی غلامی سے بچاتی ہے، موحد مخلوقات کی چالپوئی خوشامد اور ان کے سامنے پست ہونے سے نجات ملے ہے، یہی انسان کی حقیقی عزت و آبرو ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے لوگ راں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

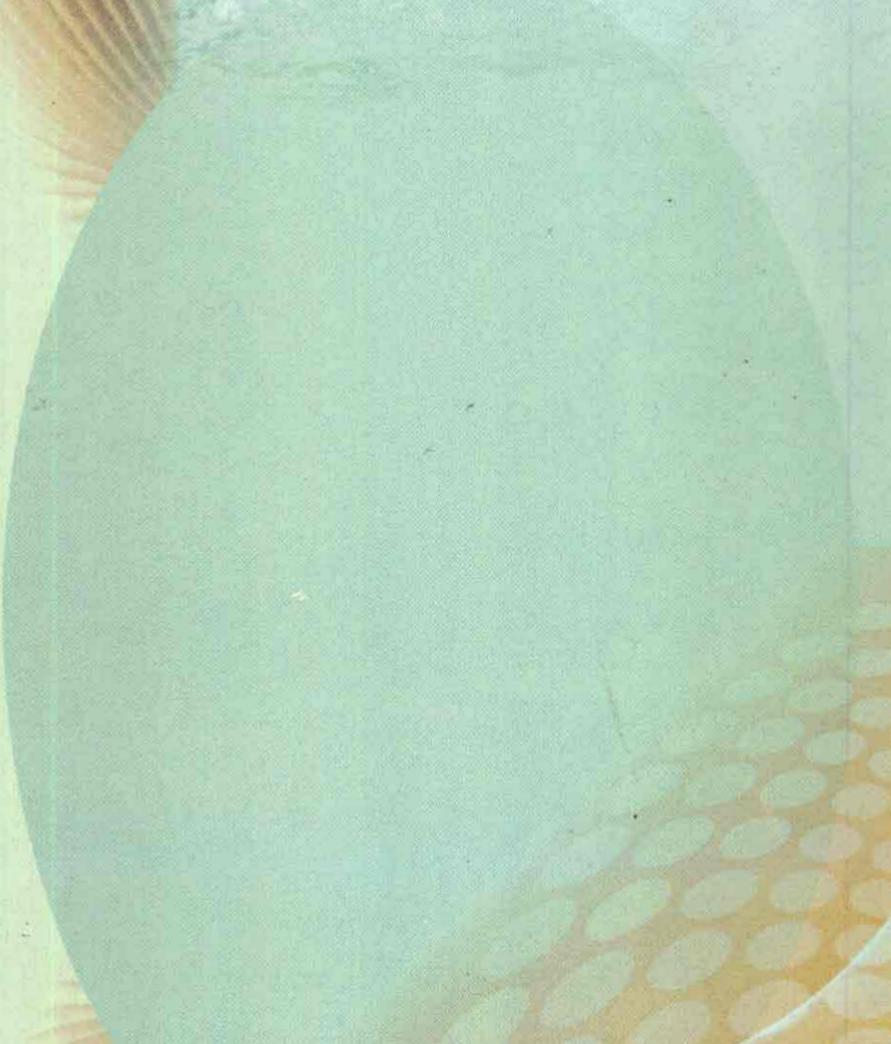
(۱۴) توحید کی وجہ سے موحد صرف اللہ کی پرستیں کرتا ہے اسی سے لوكاتا ہے اور اسی سے ذرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس طرح اس کی کامیابی کامل و ثابت ہو جاتی ہے۔

(۱۵) بندہ میں جب توحید کامل اور اخلاق کامل ہو جائے تو ایسے بندے کا تھوڑا سا عمل اللہ عزوجل کے پاس بہت ہو جاتا ہے اس کی نیکیوں لو بے حد و حساب کی گلزار یادہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کلمہ توحید کے مقابلہ میں زمین و آسمان حقیر ہو جاتے ہیں۔ (ابن حبان، الطحا کم)۔

(۱۶) اللہ عزوجل نے اہل توحید کیلئے دنیا میں فتح و نصرت، عزت و شرف، حصول بدایت، اقوال و اعمال میں توفیق اور اصلاح احوال کی ضمانت لی ہے۔

(۱۷) اللہ عزوجل اہل توحید سے دنیا و آخرت کے شرک و دفع کر دیتا ہے اور ان کو پا کیزہ زندگی اور اس کی یاد کے ذریعوں کے سکون و خوشی کا انعام عطا فرماتا ہے۔





MAKTABA TARJUMAN

4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006

Ph. : 011-23273407, Fax : 01-23246613

E-mail : jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

website : www.ahlehadees.org